ATLAS LAW FIRM
EXPERIENCE. DEDICATION. RESULTS.
• PERSONAL INJURY
• CRIMINAL DEFENSE
• FAMILY LAW
• BUSINESS LAW
9885106759 | www.AtlasLawFirm.com

روزنامہ وفادار ہندوستان حیدرآباد
HINDUSTAN URDU DAILY Hyderabad - TG
Editor In Chief : M.M. Ali Khan
R. N. I. No. 62210/95

ATLAS BUILDERS & DEVELOPERS
RESIDENTIAL • COMMERCIAL • APARTMENTS • VILLAS
QUALITY CONSTRUCTION | RELIABLE SERVICE
8686341694 | www.AtlasBuilders.com

Saturday 07 November 2026 | صفحات (08) | قیمت (1: روپے) | ۱۴۴۷ھ | 07 نومبر 2026 | شمارہ (273) | جلد (2)

ہندوستان میں 49.6 کروڑ افراد غربت سے باہر مضبوط خاندانی نظام معاشی ترقی کا اہم ستون

نئی دہلی، 5 نومبر۔ ایم این این۔ متحدہ ہندوستان میں گزشتہ پانچ برسوں کے دوران تقریباً 49 کروڑ 60 لاکھ افراد کا غربت سے باہر نکلنا ملک کی معاشی اور سماجی ترقی کی ایک بڑی کامیابی کے طور پر سامنے آیا ہے۔ تازہ اعداد و شمار کے مطابق روزگار کے مواقع میں اضافے، خواتین کی بڑھتی ہوئی معاشی شرکت، سرکاری فلاحی اسکیموں اور مضبوط خاندانی نظام نے غربت میں نمایاں کمی لانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اکتوبر 2026 کے عالمی بینک کے جائزے کے مطابق ہندوستان میں یومیہ 4.20 ڈالر کی آمدنی کے معیار پر غربت کی شرح 2011 میں 57.7 فیصد تھی، جو 2023 میں کم ہو کر 16.1 فیصد رہ گئی۔ اسی عرصے میں انتہائی غربت کی شرح 27.1 فیصد سے گھٹ کر محض 2.6 فیصد تک پہنچ گئی۔ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ 2017 سے 2023 کے درمیان تقریباً 13 کروڑ 40 لاکھ اضافی افراد کو روزگار ملا۔ ان میں دیہی علاقوں کی خواتین کی بڑی تعداد شامل تھی۔ غذائی سبسڈی، سرکاری امداد اور سماجی تحفظ کی اسکیموں نے بھی خاندانوں کی مالی حالت بہتر بنانے میں مدد کی۔ معاشی تجزیے میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہندوستان کی غربت میں کمی کی کامیابی صرف انفرادی آمدنی میں اضافے کا نتیجہ نہیں بلکہ معاونت سے بھی بڑی ہوئی تحفظ کا اہم ذریعہ رہی ہے۔ خاندان کے معاشی مشکلات کا مقابلہ کرنے میں مدد دیتی



پاکستان میں جمہوریت فوجی جرنیلوں کے تابع، پارلیمنٹ آزاد نہیں
الطاف حسین کی سیاسی و عسکری قیادت پر شدید تنقید

لندن، 5 نومبر۔ ایم این این۔ متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) کے بانی الطاف حسین نے پاکستان کے سیاسی اور عسکری نظام پر شدید تنقید کرتے ہوئے الزام عائد کیا ہے کہ ملک میں منتخب حکومتیں اور پارلیمنٹ فوجی جرنیلوں کے اثر و رسوخ کے تحت کام کرتی رہی ہیں اور حقیقی جمہوریت کو کبھی آزادانہ طور پر پنپنے نہیں دیا گیا۔ الطاف حسین نے سوشل میڈیا پر جاری اپنے بیان میں کہا کہ پاکستان میں قیام ملک سے لے کر آج تک چند طاقتور خاندانوں، جاگیرداروں اور عسکری قیادت کا سیاسی نظام پر غلبہ رہا ہے۔ ان کے مطابق مختلف سیاسی جماعتیں، اتحادی حکومتیں، صدور اور وزرائے اعظم فوجی قیادت کی خواہشات اور دباؤ کے تحت فیصلے کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے سوال اٹھایا کہ اگر عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والی پارلیمنٹ اپنے فیصلے آزادانہ طور پر نہیں کر سکتی اور اسے فوجی جرنیلوں کی ہدایات پر عمل کرنا پڑتا ہے تو اسے آزاد اور خودمختار پارلیمنٹ کیسے کہا جا سکتا ہے؟ الطاف حسین نے کہا کہ پاکستان میں جمہوریت کے نام پر دراصل چند خاندانوں اور طاقتور اداروں کی بالادستی قائم ہے، جبکہ عوامی نمائندوں کے اختیارات محدود ہیں۔ انہوں نے پاکستان کے جاگیردارانہ اور موروثی سیاسی نظام کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ ملک کی سیاست چند بااثر خاندانوں کے گرد گھومتی رہی ہے، جس سے حقیقی سیاسی تبدیلی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوئی ہیں۔ الطاف حسین نے وزیر اعظم شہباز شریف اور صدر آصف علی زرداری پر بھی تنقید کی۔ انہوں نے الزام لگایا کہ دونوں رہنما ملک اور عوام کے مفادات کے بجائے اپنی جماعتوں اور خاندانوں کے سیاسی مفادات کو ترجیح دے رہے ہیں۔

انہوں نے شہباز شریف کی حکومت کو مبینہ انتخابی بے ضابطگیوں سے جوڑتے ہوئے فارم 47 کا حوالہ دیا اور حکومت کے جمہوری مینڈیٹ پر سوال اٹھایا۔ خیبر پختونخوا کی سیاسی صورتحال پر گفتگو کرتے ہوئے الطاف حسین نے دعویٰ کیا کہ تحریک انصاف کی دو تہائی اکثریت سے قائم ہونے والی صوبائی حکومت کے خلاف غیر جمہوری اقدامات کیے گئے۔ انہوں نے وزیر اعلیٰ کے مبینہ اغوا، گورنر راج اور ایمرجنسی کے خطرے سے متعلق الزامات بھی عائد کیے۔ انہوں نے عمران خان کی بہنوں کی مبینہ گرفتاری اور قید کا حوالہ دیتے ہوئے پاکستان میں سیاسی مخالفین کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک پر تشویش ظاہر کی۔ الطاف حسین نے تحریک انصاف کی قیادت کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا اور دعویٰ کیا کہ اس کے متعدد رہنما طاقتور حلقوں کے ساتھ سمجھوتہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حقیقی سیاسی اور نظریاتی تحریکیں محض انتخابی منشور تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ ان کا مقصد نظام، تعلیم اور انصاف کے نظام کو تبدیل کرنا ہوتا ہے۔ ان کے مطابق سیاسی جماعتوں کے منشور عموماً اپنے ملک کی ترقی اور عوامی فلاح تک محدود ہوتے ہیں، لیکن بنیادی تبدیلی کی خواہاں نظریاتی تحریکوں کے اصول جغرافیائی سرحدوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ جہاں منتخب حکومتیں فوجی اداروں کے تابع ہوں، وہاں خارجہ پالیسی سمیت اہم قومی فیصلے بھی عوامی نمائندوں کے بجائے عسکری قیادت کے زیر اثر کیے جاتے ہیں۔ الطاف حسین

پاکستان کے زیرِ قبضہ کشمیر میں شہریوں کی ہلاکتوں پر عالمی تحقیقات کا مطالبہ

مظفر آباد، 5 نومبر۔ ایم این این۔ پاکستان کے زیر قبضہ جموں و کشمیر میں شہریوں کی ہلاکتوں اور مبینہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے خلاف عوامی احتجاج کا سلسلہ جاری ہے۔ جموں و کشمیر جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی (جے کے جے اے سی) نے ضلع باغ کے علاقے پانڈی میں شہریوں کی ہلاکتوں کی آزادانہ بین الاقوامی تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہوئے پاکستانی حکام کی کارکردگی پر سنگین سوالات اٹھائے ہیں۔ کمیٹی نے اپنے بیان میں پاکستان کے زیر قبضہ کشمیر کے وزیر اعظم کو مخاطب کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے تفتیش کاروں، ہیومن رائٹس واچ اور بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کو پانڈی، باغ اور ملحقہ علاقوں تک بلا روک ٹوک رسائی فراہم کی جائے۔ کمیٹی کے مطابق آزاد تفتیش کاروں کو جائے وقوعہ کا معائنہ کرنے، عینی شاہدین کے بیانات قلم بند کرنے اور شواہد جمع کرنے کی اجازت دی جانی چاہیے تاکہ شہریوں کی ہلاکتوں کے اصل حالات اور ذمہ داروں کا تعین کیا جا سکے۔ عوامی ایکشن کمیٹی نے حکومت کی جانب سے منظم پر عائد کیے گئے الزامات کو مسترد کرتے ہوئے سوال کیا کہ اگر نظام کے پاس اپنے دعووں کے حق میں ثبوت موجود ہیں تو انہیں عوام کے سامنے کیوں پیش نہیں کیا جاتا۔ منظم نے کہا کہ حکومت کی ذمہ داری سیاسی الزامات لگانے کے بجائے متاثرہ خاندانوں کو انصاف فراہم کرنا اور ذمہ دار افراد کا احتساب یقینی بنانا ہے۔ دوسری جانب برطانیہ کے شہر بریڈفورڈ میں بھی پاکستانی زیر قبضہ کشمیر کے عوام کے حق میں بڑا احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرے میں بڑی تعداد میں مردوں، خواتین اور نوجوانوں نے شرکت کی۔ بریڈفورڈ کو وہاں مقیم کشمیری برادری کی بڑی آبادی کے باعث ملی میر بھی کہا جاتا ہے۔ مظاہرے میں برطانیہ میں پیدا ہونے والی کشمیری نسل کی تیسری نسل کی نمایاں شرکت کو خاص اہمیت دی جا رہی ہے۔ مظاہرین نے پاکستانی حکام کے خلاف نعرے لگائے اور شہری آزادیوں، انسانی حقوق کے تحفظ اور مبینہ ریاستی تشدد کی آزادانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ عوامی ایکشن کمیٹی کے مطابق اس کی تحریک اب صرف پاکستان کے زیر قبضہ کشمیر تک محدود نہیں رہی بلکہ برطانیہ سمیت دنیا کے مختلف ممالک میں مقیم کشمیری بھی اس کی حمایت میں آواز اٹھا رہے ہیں۔

بلوچستان حکومت 100 فیصد ناکام ہو چکی، وزیر اعلیٰ کی تبدیلی اور گورنر راج پر غور کیا جائے: سردار عبدالرحمن کھیتران

بلوچستان۔ 5 نومبر۔ ایم این این۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے رہنما اور رکن اسمبلی سردار عبدالرحمن کھیتران نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ بلوچستان حکومت 100 فیصد ناکام ہو چکی ہے۔ متعدد مرتبہ وزرائے اعظم کو وزیر اعلیٰ بلوچستان کی تبدیلی اور صوبے میں گورنر راج کے نفاذ پر غور کرنا چاہیے۔ ان کا کہنا تھا کہ بلوچستان کے حالات خیبر پختونخوا سے بھی بدتر ہو چکے ہیں۔ بی ایل اے ہمارے فوجی جوانوں کو قتل کر رہی ہے اور اب مجھ پر حملہ ہوتا ہے تو ہمارا دل جلتا ہے۔ بعض لوگ یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ہم بی ایل اے کی حمایت کرتے ہیں، جو سراسر غلط ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہاں سے جو فیڈیک جاتا ہے، ڈی جی آئی ایس پی آر اسی کی بنیاد پر پریس کانفرنس کرتے ہیں۔ جب تک مقامی لوگوں کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا، قتل مکائی کرانے سے حالات بہتر نہیں ہوں گے۔ واضح رہے کہ اس سے قبل بھی بلوچستان میں حکومتی اور اپوزیشن جماعتوں کی جانب سے صوبے میں ریاستی رٹ کی صورتحال پر تحفظات کا اظہار کیا جاتا رہا ہے۔ دوسری جانب حکومت کا دعویٰ ہے کہ صوبے میں حکومتی رٹ قائم ہے، تاہم حکومتی اتحادی اور اپوزیشن جماعتیں اس مؤقف پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بناتی رہی ہیں۔ ناقدین کا موقف ہے کہ بلوچستان کی اہم شاہراہوں پر بی ایل اے کا کنٹرول ہے، اعلیٰ سرکاری افسران اور ریاستی مشینری سے وابستہ افراد کے اغوا کے واقعات، جبکہ رواں سال بی ایل اے کے آپریشن "ہیروف دوم" کے دوران کوئٹہ کے ریڈ زون تک تنظیم کے جنگجوؤں کی رسائی، حکومتی ناکامی کا ثبوت ہے۔

بھارت 2028 تک پہلا انسانی گھر بے سمندری مشن کا منصوبہ بنا رہا ہے: جتیندر سنگھ

نئی دہلی۔ 5 نومبر۔ ایم این این۔ سائنس اور ٹکنالوجی کے مرکزی وزیر مملکت جتیندر سنگھ نے بدھ کے روز گہرے سمندر کی تلاش اور انسانی خلائی پرواز کے ہندوستان کے بلند حوصلہ جاتی منصوبوں کا خاکہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان 2028 تک اپنا پہلا انسانی گہرے سمندری مشن کو 6,000 میٹر تک کی گہرائی میں بھیجنے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ حالیہ برسوں میں سمندر سے متعلق مشن تیزی سے ایک مشن مود فریم ورک پر چلی ہیں، جس میں تحقیق کو الگ الگ وزارتوں تک محدود کرنے کے بجائے ایک ساتھ چل رہا ہے، ہندوستان کی سمندری اور گہرائی کی صلاحیتوں کو آگے بڑھانے میں سمندری سائنس، خلائی ٹیکنالوجی، جوہری سائنس، ارضیات، الیکٹرانکس اور روبوٹکس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ وزیر نے کہا کہ گہرے سمندر کی تلاش میں ہندوستان کی متعدد صلاحیتوں میں نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوشین ٹیکنالوجی، چنئی شامل ہے، جس نے دسمبر 2021 کے اس میں 5,000 سے 6,000 میٹر کی گہرائی میں ٹرائل کرنے کی صلاحیت تیار کی ہے اور سمندری معدنیات کی تلاش کے لیے اعلیٰ درجے کی صلاحیتوں کو دریافت کیا ہے۔ بائیو، وٹھرمل، سلفائیڈ کے ذخائر، جن میں سے کئی کی پہلے ہی شناخت ہو چکی ہے۔



چین نے سابق پولٹ بیورو ممبر ما زنگروئی پر رشوت ستانی کا الزام عائد کیا

بیجنگ۔ 5 نومبر۔ ایم این این۔ چین نے کمیونسٹ پارٹی کے پولٹ بیورو کے سابق رکن ما زنگروئی پر رشوت لینے کے الزام میں فرد جرم عائد کی ہے، جس سے صدر شی جن پنگ کی بدعنوانی کے خلاف مہم میں ایک اور اہم پیش رفت ہوئی ہے جس میں اعلیٰ حکام کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ سرکاری خبر رساں ایجنسی ژنہوا کے مطابق، فرد جرم کا اعلان جمعرات، 5 نومبر کو چین کے سپریم پیپلز پروکیوریٹریٹ نے کیا۔ استغاثہ نے ما پر الزام لگایا ہے کہ اس نے اپنے سرکاری عہدوں اور اثر و رسوخ کا غلط استعمال کرتے ہوئے دوسروں کے لیے فوائد حاصل کرنے کے بدلے میں رشوت کی خاص طور پر بڑی رقم کے طور پر بیان کیا ہے۔ رائٹرز کی ایک رپورٹ کے مطابق، الزامات کا تعلق حکومت میں ما کے عہدوں کے ساتھ ساتھ چین کے خلائی پروگرام کے ذمہ دار سرکاری کنٹریکٹر کے جنرل منیجر کے طور پر ان کے دنوں سے منسلک اختیارات اور اثر و رسوخ کو ناجائز فوائد حاصل کرنے اور غیر قانونی طور پر رقم اور دیگر اثاثوں کو قبول کرنے کے لیے استعمال کرنا ہے۔ مزید کارروائی کے لیے پراسیکیوٹرز کو مقدمہ دائر کرنے سے پہلے اس کیس کی تحقیقات چین کے قومی نگران کمیشن نے کی تھی۔ ژنہوا کی خبر کے مطابق، صوبہ ہوبی میں سچوانگ پروگریسو پیپلز کورٹ میں مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ ما، جو کہ تربیت کے ذریعے راکٹ سائنسدان ہیں، نے اعلیٰ سیاسی اور انتظامی عہدوں پر جانے سے پہلے چین کی ایرو اسپیس انڈسٹری میں ایک طویل کیریئر حاصل کیا۔ انہوں نے چائنا ایرو اسپیس سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کارپوریشن میں ایک سینئر انجینئر کے طور پر خدمات انجام دیں، جو ملک کے کئی بڑے خلائی پروگراموں کے لیے ذمہ دار سرکاری ادارہ ہے۔ اس کے بعد وہ گوانگ ڈونگ صوبے میں اہم عہدوں پر فائز رہے، بشمول ڈپٹی پارٹی سیکرٹری اور گورنر، اور شینزین کی کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ کے طور پر خدمات انجام دیں۔ 2021 میں، انہیں سچوانگ ایٹمور خطہ علاقے کا پارٹی سیکرٹری مقرر کیا گیا۔

جی ایس پی پلس کے باوجود پاکستان کی یورپ کو برآمدات میں کمی

اسلام آباد۔ 5 نومبر۔ ایم این این۔ جنرلائزڈ اسکیم آف پریفرنسز (GSP+) کا درجہ حاصل ہونے کے باوجود، مالی سال 2026-27 کی پہلی سہ ماہی میں مغربی اور مشرقی یورپ کی بڑی منڈیوں کو پاکستان کی برآمدات میں گزشتہ سال کے مقابلے میں کمی واقع ہوئی ہے۔ یورپ کو مجموعی برآمدات میں معمولی کمی آئی ہے، جبکہ جولائی تا ستمبر کی سہ ماہی کے دوران اتحادی اور شمالی یورپی ممالک سے حاصل ہونے والی آمدنی میں معمولی اضافہ دیکھا گیا؛ اس صورتحال نے پالیسی سازوں کے لیے سنگین خدشات پیدا کر دیے ہیں۔ مشرقی وسطی میں جاری تنازعے نے ان منڈیوں کو کی جانے والی برآمدات میں کمی کی رفتار کو تیز کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، یورپی یونین کی جانب سے بھارت پر ٹیکسٹائل کے شعبے میں پاکستان کے اہم حریفوں میں سے ایک ہے کو دی گئی ترجیحی رسائی بھی اس کمی کا ایک سبب ہے۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے اعداد و شمار کے مطابق، مالی سال 2026-27 کی پہلی سہ ماہی میں یورپی ممالک کو برآمدات 1.84 فیصد کم ہو کر 2.350 ارب ڈالر رہ گئیں، جبکہ ایک سال قبل اسی عرصے میں یہ 2.394 ارب ڈالر تھیں۔ تجارتی تجزیہ کاروں کا انتباہ ہے کہ مشرق وسطیٰ کا تنازعہ برآمدی طلب کو مزید متاثر کر سکتا ہے، کیونکہ توانائی کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے باعث یورپ میں صارفین کے اخراجات کم ہونے کا امکان ہے۔ یاد رہے کہ یورپی معیشت پہلے ہی کورین جنگ کے معاشی اثرات کے دباؤ کا سامنا کر رہی ہے۔ شمالی یورپ کو برآمدات 21.07 فیصد اضافے کے ساتھ

جمہوریت کی حقیقی خدمت

الیکشن کمیشن آف انڈیا کی اسپیشل انٹنسیو ریویژن (ایس آئی آر) کا عمل ایک بار پھر موضوع بحث بن گیا ہے۔ ایک طرف کل بیہے ہائی کورٹ نے گوا میں بنائے گئے 6 ووٹرز کے ناموں کو دس دن کے اندر دوبارہ ووٹرلسٹ میں شامل کرنے کا حکم دیا، دوسری طرف مرکزی وزیر بھوپیندر یادو نے کل ہی بہار میں اس عمل کے مکمل اعداد وشمار پیش کرتے ہوئے اسے جمہوری عمل کا حصہ قرار دیا ہے۔ ان دونوں پیش رفت سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ ووٹرلسٹ کی صفائی جمہوریت کی صحت کے لئے ضروری ہے، لیکن اس کے ساتھ شفافیت اور عدالتی نگرانی بھی ناگزیر ہے۔

گوا میں بمبئی ہائی کورٹ کی گوا بنچ نے چار روز کی سماعت کے بعد کل بروز جمعرات الیکشن کمیشن کو واضح ہدایت دی کہ ان چھ افراد کی رہائش کی تصدیق کے بعد ان کے نام دس دن کے اندر دوبارہ ووٹرلسٹ میں شامل کیے جائیں۔ عدالت نے یہ بھی کہا ہے کہ اس معاملے کو سپریم کورٹ میں چل رہی سماعت کے فیصلے تک التوا میں نہیں رکھا جا سکتا ہے۔ عدالت نے فارم 8 کے از خود مسترد ہونے کے طریقہ کار پر بھی سوال اٹھائے اور کہا کہ اگر کوئی ووٹر مکان تبدیل کر کے دوسری جگہ چلا گیا ہو تو اسے پرانے پتے پر جا کر دستخط کرنے پر مجبور کرنا درست نہیں ہے۔ عدالت کا یہ حکم اس بات کا ریمائنڈر ہے کہ ووٹرلسٹ کی صفائی کے عمل میں انفرادی حقوق کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ ظاہر ہے، جمہوری نظام میں عدالتوں کے ذریعہ اس طرح کے کردار کا ادا کرنا اداروں کے درمیان توازن قائم رکھنے کے لئے بے حد ضروری ہے۔

دوسری جانب بہار کے اعداد وشمار بھی اہم ہیں۔ کل منعقدا پنی ایک پریس کانفرنس میں مرکزی وزیر نے بتایا کہ بہار میں تقریباً 7.89 کروڑ ووٹروں میں سے 22 لاکھ فوت شدہ، 36 لاکھ مستقل طور پر منتقل اور 7 لاکھ دوہرے نام والے پائے گئے، جبکہ 21 لاکھ 33 ہزار نئے ووٹر شامل کیے گئے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ تقریباً 1.60 لاکھ بوتھ لیول ایجنٹس کے باوجود صرف دو اعتراضات درج ہوئے ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ ایس آئی آر کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ 1950 سے اب تک آٹھ بار یہ کام ہو چکا ہے اور اس کا مقصد ووٹرلسٹ کو صاف اور غلطی سے پاک بناتا ہے۔

مذکورہ دونوں پیش رفت کو ایک ساتھ دیکھنے پر ایک متوازن تصویر سامنے آتی ہے۔ ایک طرف الیکشن کمیشن کا دعویٰ ہے کہ فوت شدہ، منتقل شدہ اور دوہرے ناموں کو ہٹانا جمہوریت کو مضبوط کرتا ہے تاکہ حقیقی ووٹرز کا حق محفوظ رہے۔ دوسری طرف عدالت کا حکم اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ کسی بھی اہل ووٹر کو بلاوجہ اس کے حق رائے دہی سے محروم نہیں کیا جائے۔ جمہوری نظام کی مضبوطی اسی توازن میں مضمر ہے۔ اگر ووٹرلسٹ میں متوفی افراد یا دوہرے اندراج باقی رہیں تو انتخابات کی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔ اگر اہل افراد کے نام ہٹ جائیں تو بھی جمہوریت کمزور پڑتی ہے۔ اس لئے شفاف طریقہ کار، بوتھ لیول پر سیاسی نمائندوں کی موجودگی اور عدالتی نگرانی تینوں عناصر ضروری ہیں۔

اُدھر مخالفین کا الزام ہے کہ اس عمل کے ذریعے ووٹ چوری ہو رہی ہے۔ حکومت کا جواب ہے کہ حقائق اور اعداد وشمار کے بغیر الزام لگانا درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوری عمل میں بحث اور اختلاف ہونا فطری ہے۔ تاہم الزامات کو ثبوت کے ساتھ پیش کرنا چاہئے تاکہ عوام اعتماد کر سکیں۔ بہار میں سیاسی جماعتوں نے بڑے پیمانے پر بوتھ لیول ایجنٹ مقرر کیے تھے، لیکن اعتراضات کی تعداد انتہائی کم رہی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمل کے دوران نگرانی کا موقع موجود تھا۔

ووٹرلسٹ کی صفائی کوئی سیاسی ہتھیار نہیں بلکہ جمہوریت کے لئے ضرورت ہے۔ جب فہرست صاف ہوگی تو حقیقی ووٹرز کا حق محفوظ رہے گا اور جعلی اندراجات کی گنجائش کم ہوگی۔ اسی طرح عدالتی مداخلت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ عمل غیر جانبدار اور منصفانہ رہے۔ گوا کا حکم اس بات کی مثال ہے کہ اگر کوئی غلطی ہوتی ہے تو اصلاح کا راستہ کھلا ہے۔ بہار کے اعداد وشمار اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ بڑے پیمانے پر صفائی کا عمل ممکن ہے۔ دونوں کو ملا کر دیکھنے پر یہی بات سامنے آتی ہے کہ اداروں پر اعتماد اور ان کی جوابدہی دونوں ضروری ہیں۔

بھارت جیسے بڑی جمہوریت والے ملک میں ووٹرلسٹ کی درستگی انتخابات کی بنیاد ہے۔ اس عمل کو شفاف، قابل احتساب اور عدالتی نگرانی کے ساتھ آگے بڑھانا چاہئے۔ الزامات اور جوابات دونوں کو حقائق کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے۔ جمہوری نظام اسی وقت مضبوط ہوتا ہے، جب ووٹرز کا حق محفوظ رہے اور ادارے غیر جانبدار طریقے سے کام کریں۔ گوا کا عدالتی حکم اور بہار کے اعداد وشمار اسی توازن کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اسی توازن کو برقرار رکھنا ہی در اصل جمہوریت کی حقیقی خدمت ہے۔

مسلمانانِ ہند اور موجودہ صورتِ حال: چیلنجز، اِمکانات اور مستقبل کی راہیں

محمد انصار ندوی

تاریخ کے بہتے میں قوموں کے عروج و زوال کی کتنی ہی داستانیں محو خواب ہیں؛ کہیں عظمت کے بیمار آسمان سے ہم کلام ہیں، کہیں وقت کی بے رحم گردش نے بلند و بالا عمارتوں کو خاک میں ملا دیا ہے، اور کہیں شکستہ دیواروں کے درمیان امید کا کوئی چراغ آج بھی صبح نو کی بشارت دے رہا ہے۔ قوموں کی زندگی کی بھی عجیب داستان ہے؛ کبھی وہ اپنے علم و کردار سے زمانے کی پیشانی پر اپنے نقوش ثبت کرتی ہیں، کبھی حالات کی گرد میں اپنی شناخت تلاش کرتی ہیں، اور کبھی اپنے ہی ماضی کے آئینے میں مستقبل کی صورت گری کرتی ہیں۔ مسلمانانِ ہند آج تاریخ کے اسی دوراہے پر کھڑے ہیں، جہاں ماضی کی عظمت، حال کی آزمائشیں اور مستقبل کے امکانات ایک دوسرے سے ہم کلام ہیں۔ یہ وقت محض حالات کے گزرنے کا نہیں، بلکہ شعور کے جاگنے، فکر کے سنورنے اور نئی منزلوں کے تعین کا وقت ہے۔ یہ سوال اپنی پوری معنویت کے ساتھ ہمارے سامنے کھڑا ہے کہ جس قوم نے کبھی علم و حکمت کے چراغوں سے دنیا کے افق روشن کیے، جس نے تہذیب و تمدن کی تعمیر میں اپنا حصہ ادا کیا، جس کے اہل علم نے تحقیق و اجتہاد کی نئی راہیں کھولیں، وہ آج اپنی اجتماعی زندگی کے کن مراحل سے گزر رہی ہے؟ اور اس سے بھی اہم سوال یہ ہے کہ وہ اپنے روشن ماضی کی یاد کو مستقبل کی تعمیر کا وسیلہ کیسے بنائے؟ مسلمانوں کی تاریخ کا ایک ایسا سنہرا باب بھی ہے جس کی تابندگی صدیوں کے فاصلے کے باوجود کم نہیں ہوئی۔ بغداد کی علمی رونق، قرطبہ کی تہذیبی شان، دمشق کی علمی روایت اور اسلامی دنیا کے مختلف مراکز کی تحقیقی سرگرمیاں اس عہد کی روشن یادگاریں ہیں۔ جب علم و حکمت کی شمعیں فروزاں تھیں، جب فلسفہ، طب، ریاضی، فلکیات، جغرافیہ اور ادب کے میدانوں میں نئی منزلیں دریافت ہو رہی تھیں، جب کتابیں انسانی ذہنوں کے دریچے کھول رہی تھیں اور تحقیق فکر و نظر کو وسعت عطا کر رہی تھی، اس وقت اسلامی تہذیب نے عالمی تاریخ کے افق پر اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی۔ اس سنہرے دور کی عظمت کا راز صرف فتوحات، اقتدار یا دولت میں نہیں تھا؛ اس کی روح علم کی جستجو، فکر کی وسعت، تحقیق کی لگن، اخلاق کی پاکیزگی اور علمی اداروں کی سرپرستی میں مضمر تھی۔ مسلمان اہل علم نے مختلف تہذیبوں کے علمی سرمایے سے استفادہ کیا، اسے اپنی تحقیق و اجتہاد سے نئی وسعتیں عطا کیں اور انسانی تہذیب کے ارتقا میں قابل قدر کردار ادا کیا۔ یہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قوموں کے عروج کا راستہ تلواروں سے زیادہ علم، اقتدار سے زیادہ علم اور دھوموں سے زیادہ عمل سے روشن ہوتا ہے۔ ہندوستان کی سرزمین بھی مسلمانوں کی علمی، ادبی اور تہذیبی خدمات کی گواہ ہے۔ اس سرزمین پر مسلمانوں نے مختلف ادوار میں علم و ادب، زبان و ثقافت، فنون، معماری، تجارت اور سماجی زندگی کے متعدد شعبوں میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ دہلی، آگرہ، لکھنؤ اور دیگر مراکز نے علمی و تہذیبی روایت کو فروغ دیا۔ اردو زبان و ادب کی تشکیل و ترقی، مدارس و مکاتب کی روایت، علمی و ادبی اداروں کا قیام اور فن تعمیر کی عظیم یادگاریں اس تاریخی وابستگی کے روشن ثبوت ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ کو صرف سیاسی عروج و زوال کے زاویے سے دیکھنا اس کے تہذیبی، علمی اور انسانی کردار کو محدود کر دینا ہے۔ ان کی تاریخ اس ملک کی مشترکہ تہذیب اور اجتماعی زندگی کا ایک اہم باب ہے۔ لیکن تاریخ کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ کبھی کبھی قومیں اپنے ماضی کی عظمت کے حصار میں اس طرح محصور ہو جاتی ہیں کہ حال کی ذمہ داریاں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہونے لگتی ہیں۔ ماضی کی یاد اگر مستقبل کی تعمیر کا حوصلہ دے تو نعمت ہے، لیکن اگر وہ عمل کی جگہ لے لے تو ایک خوب صورت خواب بن کر رہ جاتی ہے۔ تاریخ کا حقیقی احترام اس کے روشن صفحات کو دہرانے میں نہیں، بلکہ ان سے سبق حاصل کر کے نئی تاریخ رقم کرنے میں ہے۔ مسلمانوں کے سنہرے دور نے ہمیں علم، تحقیق، فکری وسعت اور اخلاقی استقامت کا جو سبق دیا تھا، آج اس کی روشنی میں اپنی اجتماعی زندگی کا جائزہ لینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ موجودہ ہندوستانی مسلمانوں کی صورت حال کئی پیچیدہ مسائل اور آزمائشوں سے عبارت ہے۔ سیاسی نمائندگی، تعلیمی پسماندگی، معاشی کمزوری، سماجی تحفظ، مذہبی آزادی اور قومی زندگی میں مؤثر شرکت جیسے موضوعات سنجیدہ توجہ کے طالب ہیں۔ حالات کا تقاضا ہے کہ ان مسائل کو نہ جذبات کی دھند میں دیکھا جائے اور نہ بے حسی کی تاریکی میں گم ہونے دیا جائے۔ حقیقت پسندی، فکری دیانت اور تعمیری شعور کے ساتھ ان کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ شکایت اگر بیداری پیدا کرے تو مفید ہے، لیکن اگر وہ مایوسی اور بے عملی کا دروازہ کھول دے تو اپنی قوت کھو دیتی ہے۔ تعلیم وہ چراغ ہے جس کی روشنی میں قومیں اپنے مستقبل کی راہیں دیکھتی ہیں۔ مسلمانوں کے سنہرے دور کی بنیاد بھی علم و تحقیق پر تھی اور آج ان کی ترقی کا راستہ بھی اسی سرچشمے سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ دینی علوم کی حفاظت اور عصری علوم میں پیش رفت ایک دوسرے کی ضد نہیں، بلکہ ایک متوازن علمی زندگی کے دو اہم پہلو ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کو ایسی نسل تیار کرنے کی ضرورت ہے جو دینی و اخلاقی اقدار سے وابستہ ہونے کے ساتھ سائنس، ٹیکنالوجی، طب، قانون، معاشیات اور تحقیق کے میدانوں میں بھی اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر سکے۔ تعلیم محض روزگار کی کنجی نہیں، بلکہ فکر کی آزادی، کردار کی پختگی اور اجتماعی ترقی کا بنیادی وسیلہ ہے۔ معاشی خود کفالت بھی قومی زندگی کے وقار اور استحکام کی ایک اہم بنیاد ہے۔ معاشی کمزوری صرف فرد کے وسائل کو محدود نہیں کرتی، بلکہ اس کے اجتماعی اعتماد اور سماجی اثرات کو بھی متاثر کرتی ہے۔ تجارت، صنعت، جدید کاروبار، فنی تربیت اور پیشہ ورانہ مہارتوں میں ترقی مسلمانوں کے لیے نئے امکانات پیدا کر سکتی ہے۔ نوجوانوں کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا، چھوٹے کاروباروں کی سرپرستی اور باہمی تعاون کے مؤثر ادارے معاشی استحکام کی راہیں ہموار کر سکتے ہیں۔ خود کفالت محض مالی آسودگی کا نام نہیں، بلکہ اپنی صلاحیتوں پر اعتماد اور اپنے مستقبل کی تعمیر میں مؤثر شرکت کا نام بھی سیاسی شعور اور جمہوری شرکت بھی موجودہ دور کی بنیادی ضرورتوں میں شامل ہیں۔ ہندوستانی مسلمان اس ملک کے شہری ہیں اور آئینی حقوق و آزادیوں کے تحفظ کے ساتھ قومی ترقی میں برابر کی شرکت کے حق دار ہیں۔ اس مقصد کے لیے سیاسی بصیرت، قانونی آگہی، اجتماعی تنظیم اور ذمہ دارانہ شرکت ضروری ہے۔ سیاست کو محض جذباتی وابستگی یا وقتی ردعمل کا میدان بنانے کے بجائے اسے اجتماعی مفادات، آئینی تحفظ اور تعمیری جدوجہد کا وسیلہ بنانا چاہیے۔ اختلافات کے باوجود مکالمے، تحمل اور دانش مندانہ حکمتِ عملی کو فروغ دینا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ مسلمانانِ ہند کی اجتماعی زندگی میں اتحاد کی اہمیت بھی غیر معمولی ہے۔ اختلافِ رائے کسی زندہ معاشرے کی علامت ہے، لیکن جب اختلاف تعصب، بدگمانی اور انتشار میں تبدیل ہو جائے تو اجتماعی قوت بکھرنے لگتی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے فکری، مسلکی اور سیاسی اختلافات کے باوجود مشترکہ مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ اپنی شناخت پر قائم رہتے ہوئے دوسروں کے حقوق اور وقار کا احترام کرنا ہی ایک مضبوط اور متوازن معاشرے کی علامت ہے۔ اس پورے منظرنامے میں نوجوانوں کی اجتماعی زندگی کی اہمیت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ یہ درست ہے کہ بہت سے مسائل کا تعلق بیرونی حالات اور سماجی و سیاسی عوامل سے ہے، لیکن داخلی کمزوریاں، تعلیمی غفلت، تنظیمی انتشار اور مستقبل کی منصوبہ بندی کا فقدان بھی بعض مشکلات کو بڑھاتے ہیں۔ ایک زندہ قوم وہی ہوتی ہے جو اپنے مسائل کے اسباب کو دیانت داری سے سمجھنے اور اپنی اصلاح کے لیے آمادہ ہو۔ خود احتسابی کمزوری کا اعتراف نہیں، بلکہ قوت اصلاح کی علامت ہے۔ تاریخ کے طویل سفر میں مسلمانوں نے علم و حکمت کے چراغ روشن کیے، تہذیب و تمدن کے نئے باب رقم کیے اور انسانی ترقی میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ ہندوستان میں ان کی تاریخی خدمات بھی اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ مسلمان اس سرزمین کی تہذیبی اور اجتماعی زندگی کا ایک اہم حصہ رہے ہیں۔ لیکن ماضی کی عظمت کا اصل تقاضا یہ نہیں کہ ہم اس کے قصیدے پڑھتے رہیں، بلکہ یہ ہے کہ اس کی علمی روح کو اپنے حال میں زندہ کریں اور اس کے روشن اصولوں سے اپنے مستقبل کی بنیاد آج مسلمانانِ ہند کے سامنے چیلنجز بھی ہیں اور امکانات بھی، اندیشے بھی ہیں اور امید کے روشن در بھی۔ تاریخ کا چراغ ہمارے ہاتھ میں ہے، لیکن اس کی روشنی میں آگے بڑھنے کے لیے عزم، بصیرت اور عمل کی ضرورت ہے۔ علم کو اپنی قوت، کردار کو اپنی پہچان، اتحاد کو اپنا سرمایہ، خدمت کو اپنا شعار اور آئینی و جمہوری شعور کو اپنی رہنمائی بنانا ہوگا۔ قوموں کی تقدیر محض حالات کی گردش سے نہیں بدلتی، بلکہ فکر کی پختگی، عمل کی قوت اور اجتماعی جدوجہد سے نئی منزلیں حاصل کرتی آنے والی نسلیں ہم سے یہ نہیں پوچھیں گی کہ ہمارے زمانے میں مشکلات تھی تھیں، بلکہ یہ پوچھیں گی کہ ان مشکلات کے باوجود ہم نے ان کے لیے کیا راستے کھولے۔ یہی سوال آج مسلمانانِ ہند کے ضمیر کو بیدار کرنے کے لیے کافی ہے۔ اگر ہم اپنے ماضی کی عظمت کو حال کی ذمہ داری سے جوڑ سکیں، اپنی کمزوریوں کو قوت اصلاح میں بدل سکیں اور اپنی اجتماعی زندگی کو علم، اخلاق، اتحاد اور خدمت کے اصولوں پر استوار کر سکیں تو مستقبل کی راہیں یقیناً روشن ہو سکتی ہیں۔ قوموں کی زندگی میں امید کا چراغ بھی کبھی بجھتا نہیں، بلکہ عزم کی حرارت سے روشن ہوتا ہے۔ مسلمانانِ ہند کے لیے بھی وقت کا پیغام یہی ہے کہ وہ مایوسی کے اندھیروں میں اپنے حوصلے نہ کھوئیں، انتشار کی گرد میں اپنی سمت نہ بھولیں اور ماضی کی عظمت کو مستقبل کی تعمیر کا وسیلہ بنائیں۔ تاریخ کا قلم ابھی رکا نہیں ہے! اس کے صفحات پر آنے والی نسلوں کا مستقبل لکھا جانا باقی ہے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے کردار، علم، فکر اور عمل سے ان صفحات کو ایسی روشن عبارت عطا کریں جسے پڑھ کر آنے والی نسلیں فخر بھی محسوس کریں اور اپنے مستقبل کے لیے حوصلہ بھی حاصل کریں۔

ٹرمپ کی پیش قدمی پر انتخابی بریک!

افتخار احمد قادری

سیاست کی بساط پر کبھی کبھی ایسے مہرے بیٹھے ہیں کہ اقتدار کے بلند و بالا ایوانوں میں بیٹھے ہوئے شہنشاہوں کو بھی اپنی بے پناہ قوت، دولت اور مقبولیت کے دعووں پر از سر نو غور کرنا پڑتا ہے۔ انتخابی نتائج محض اعداد و شمار کا مجموعہ نہیں ہوتے بلکہ وہ عوامی شعور کی اس خاموش مگر فیصلہ کن یلغار کا منظر بھی ہوتے ہیں جس کے سامنے اقتدار کے نشے میں سرشار حکمرانوں کی ساری رعونت، سیاسی شعبدہ بازی اور انتخابی جوڑ توڑ دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ امریکا میں ۳ نومبر ۲۰۲۶ء کو منعقد ہونے والے وسط مدتی انتخابات کے نتائج نے بھی کچھ ایسا ہی منظر نامہ رقم کیا ہے۔ ڈونالڈ ٹرمپ اور ان کی ری پبلکن جماعت کو جس توہین کی سیاسی ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا، اس نے امریکی سیاست میں ایک نئی بحث چھیڑ دی ہے۔ ایوان نمائندگان اور سینیٹ، دونوں میں ڈیموکریٹس کی کامیابی نے ٹرمپ کے اقتدار کے سامنے ایسا سیاسی بند باندھا ہے جس کے اثرات محض واشنگٹن تک محدود نہیں رہیں گے، بلکہ عالمی سیاست کے ایوانوں میں بھی ان کی بازگشت سنائی دے گی۔ ٹرمپ کی سیاست کا بنیادی وصف ہمیشہ سے بلند بانگ دعوے، جارحانہ لب و لہجہ، مخالفین کو نیچا دکھانے کی خواہش اور اپنی ذات کو ہر کامیابی کا مرکز قرار دینے کا طرز عمل رہا ہے۔ وہ انتخابی مہم کو بھی اکثر اسی انداز سے برتتے رہے ہیں جیسے امریکا کی قسمت کا فیصلہ کسی اجتماعی شعور کے بجائے ان کی شخصی پسند و ناپسند سے وابستہ ہو۔ مگر جمہوریت کا حسن ہی یہ ہے کہ یہاں حکمران کی زبان کتنی ہی دراز کیوں نہ ہو، فیصلہ بالآخر ووٹر کی انگلی کرتی ہے۔ ٹرمپ نے اپنی سیاسی قوت کا جس قدر ڈھنڈورا پیٹا، نتائج نے اسی قدر شدت سے یہ احساس دلایا کہ عوامی اعتماد کسی حکمران کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا۔ کل تک جو جماعت اقتدار کے بل پر اپنے حامیوں کو سیاسی حاشیے پر دھکیلنے کے خواب دیکھ رہی تھی، آج اسی کے سامنے عوامی فیصلے نے ایک نئی دیوار کھڑی کر دی ہے۔ یہ کشمکش ٹرمپ کی سیاسی حکمت عملی، حکومتی ترجیحات اور انتخابی انداز فکر پر ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔ ڈیموکریٹس نے ایوان نمائندگان اور سینیٹ میں کامیابی حاصل کر کے ری پبلکن جماعت کو دونوں ایوانوں میں اکثریت سے محروم کر دیا۔ امریکی سیاست میں وسط مدتی انتخابات عموماً صدر کی مقبولیت اور حکومتی کارکردگی کا پیمانہ سمجھے جاتے ہیں، اس لیے ان نتائج کی معنویت مزید بڑھ جاتی ہے۔ صدر اپنی مدت صدارت کے دوران چاہے جتنے بڑے منصوبوں کا اعلان کرے، اگر عوام کو روزمرہ زندگی میں آسودگی میسر نہ آئے تو اس کی تقریریں انتخابی مہم کے شور میں دب کر رہ جاتی ہیں۔ ٹرمپ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ ان کی سیاسی قوت کا اصل امتحان اس وقت ہوا جب عوام کو نعروں اور عملی زندگی کے درمیان انتخاب کرنا تھا، اور ووٹروں نے نعروں کے بجائے اپنے مسائل کو ترجیح دی۔ امریکا جیسے معاشی طور پر طاقت ور ملک میں مہنگائی، رہائش کے بڑھتے ہوئے اخراجات، علاج معالجے کی دشواریاں، تجارتی پالیسیوں کے اثرات اور عام شہری کی قوت خرید میں کمی ایسے مسائل ہیں جنہیں محض سیاسی بیان بازی سے حل نہیں کیا جا سکتا۔ ایک ایسا شخص جو روزانہ اپنے گھر کا بجٹ بناتے ہوئے پریشان ہو، جو اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں اضافے سے تنور آزما ہو، جو اپنے بچوں کی تعلیم اور اہل خانہ کے علاج کے اخراجات پورے کرنے کے لیے اضافی محنت کرتا ہو، وہ انتخابی ملبے میں بلند ہونے والے نعروں سے کب تک مطمئن رہ سکتا ہے؟ عوام کو اپنی زندگی میں بہتری درکار ہوتی ہے، نعروں کی خوراک نہیں۔ انہیں ایسے فیصلے چاہییں جن کا اثر ان کے باورچی خانے، مکان کے کرائے، علاج کے بل اور بچوں کے مستقبل پر پڑے، نہ کہ ایسے وعدے جو انتخابی مہم کے اختتام کے ساتھ ہی سیاسی حافظے کا حصہ بن جائیں۔ ٹرمپ انتظامیہ کے خلاف عوامی ناراضی میں معاشی بے اطمینانی کے ساتھ ایران کے خلاف جنگ اور تجارتی کشیدگی کے اثرات نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ جب خارجہ پالیسی کے فیصلے ملک کے اندر معاشی دباؤ میں اضافے کا سبب بننے لگیں تو عوام کے لیے یہ سوال ناگزیر ہو جاتا ہے کہ عالمی سطح پر طاقت کا مظاہرہ آخر کس قیمت پر کیا جا رہا ہے؟ جنگی مہم جوئی کا امتیاز صرف میدان جنگ میں نہیں جھلکتا پڑتا، بلکہ اس کے اثرات تو اداروں کی منڈیوں، اشیائے ضرورت کی قیمتوں، سرکاری اخراجات اور عام شہری کی معاشی زندگی تک پہنچتے ہیں۔

حکمران اگر قومی مفاد کے نام پر ایسے فیصلے کریں جن کا بوجھ بالآخر عوام کے کندھوں پر پڑے تو انتخابی محاسبے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ امریکی ووٹر نے اپنے فیصلے کے ذریعے یہ واضح کیا ہے کہ عالمی طاقت ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ داخلی مسائل کو نظر انداز کرنے کی چھوٹ بھی حاصل ہو جائے۔ ٹرمپ کی سیاسی مشکلات کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ان کی جماعت کے پاس انتخابی مہم چلانے کے لیے وسائل کی کمی نہیں تھی۔ دولت، شخصی قوت، بااثر حامیوں کی پشت پناہی اور صدارتی منصب کی سیاسی اہمیت کے باوجود ری پبلکن جماعت عوامی اعتماد کی مطلوبہ سطح برقرار نہ رکھ سکی۔ یہی جمہوری سیاست کا وہ نکتہ ہے جسے سمجھنا ہر صاحب اقتدار کے لیے ضروری ہے۔ سرمایہ انتخابی تشہیر کو وسعت دے سکتا ہے، اشتہارات کے ذریعے کسی امیدوار کی شبیہ بنائی جا سکتی ہے، ذرائع ابلاغ پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی جا سکتی ہے، لیکن عوام کے تجربات کو ہمیشہ کے لیے مصنوعی نعروں کے پردے میں نہیں چھپایا جا سکتا۔ ووٹر کی زندگی میں اگر مہنگائی، بے چینی اور محرومی کے احساسات بڑھ رہے ہوں تو ادارے کی تشہیری مہم بھی اس کے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب نہیں بن سکتی۔ اس انتخابی معرکے کا ایک نہایت اہم پہلو نوجوانوں کا رویہ بھی ہے۔ جنریشن اب محض روایتی سیاسی وابستگیوں کی اسیر نہیں رہی۔ وہ روزگار، تعلیم، معاشی انصاف، سماجی آزادی اور اپنے مستقبل کے بارے میں واضح سوالات اٹھاتی ہے۔ اسے یہ بتانا کافی نہیں کہ ماضی میں کس جماعت نے کیا کیا تھا، وہ یہ جاننا چاہتی ہے کہ آج اس کی زندگی بہتر بنانے کے لیے کیا کیا جا رہا ہے۔ نوجوانوں کی سیاسی ترجیحات میں تبدیلی اس امر کی علامت ہے کہ جدید جمہوریت میں کسی جماعت کے لیے مستقل حمایت کا دعویٰ کرنا آسان نہیں رہا۔ جو جماعت نوجوانوں کے مسائل کو نظر انداز کرے گی، اسے انتخابی میدان میں ان کے عدم اعتماد کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ ٹرمپ اور ری پبلکن جماعت کے لیے یہ نتائج اسی اعتبار سے ایک سنجیدہ تنبیہ ہیں۔ تاہم ان انتخابات کا سب سے روشن اور تاریخی پہلو امریکی سیاست میں مسلم نمائندگی کا غیر معمولی اضافہ ہے۔ ایک ایسے ماحول میں، جہاں مسلمان امیدواروں کو مذہبی شناخت کی بنیاد پر تنقید، شکوک و شبہات اور بعض اوقات صریح تعصب کا سامنا کرنا پڑا، ان کی کامیابی نے سیاسی منظرنامے میں نئی تاریخ رقم کی ہے۔ منٹی گن سے عبدالسید کی امریکی سینیٹ کے لیے کامیابی تصوراتی اہمیت رکھتی ہے۔ وہ امریکی سینیٹ کے لیے منتخب ہونے والے پہلے مسلمان بنے ہیں۔ ان کی کامیابی محض ایک فرد کی انتخابی فتح نہیں، بلکہ امریکی سیاسی اداروں میں مسلم شہریوں کی نمائندگی کے ایک نئے باب کا افتتاح بھی ہے۔ جس ملک میں مسلمانوں کی مذہبی شناخت کو انتخابی مہم میں منفی بنانے کی کوششیں کی گئیں، اسی ملک کے ووٹروں نے انہیں ایوان بالا تک پہنچانے کا فیصلہ کیا۔ عبدالسید کی کامیابی اس لیے بھی قابل توجہ ہے کہ ان کی انتخابی مہم میں صحت کی سہولتوں، عام خاندانوں کے معاشی مسائل اور سیاست میں بڑے سرمایہ داروں کے اثر و رسوخ جیسے موضوعات کو نمایاں مقام حاصل تھا۔ ان کے مخالفین کی جانب سے مذہبی شناخت اور میدہ اتجا پسندی سے متعلق الزامات بھی سامنے آئے، لیکن انتخابی نتیجے نے واضح کیا کہ ووٹر کسی امیدوار کو صرف اس کے نام، مذہب یا مخالفین کے الزامات کی بنیاد پر پرکھنے کا پابند نہیں۔ امیدوار کی پالیسی، اہلیت، عوامی مسائل سے وابستگی اور اس کے پیش کردہ حل بھی فیصلہ کن اہمیت رکھتے ہیں۔ یہی جمہوریت کا وہ اصول ہے جس کی پاسداری کسی بھی معاشرے کو مذہبی تعصب سے نکال کر شہری مساوات کی طرف لے جا سکتی ہے۔ مسلم امیدواروں کی کامیابی صرف سینیٹ تک محدود نہیں رہی۔ الہان عمر، راشدہ طلیب، آندرے کارسن اور لطیف سیاکین جیسے مسلم ارکان کانگریس نے اپنی نشستیں برقرار رکھیں، جب کہ آدم ہموی اور داریا لیزا اوباغ شیولیزر کی کامیابیوں نے ایوان نمائندگان میں مسلم نمائندگی کو مزید وسعت دی۔ مختلف ریاستوں کے قانون ساز اداروں میں بھی مسلم امیدواروں کی کامیابیوں نے اس رجحان کو تقویت بخشی۔ ابتدائی انتخابی نتائج کے مطابق وفاقی اور ریاستی سطح پر متعدد مسلم امیدواروں نے کامیابی حاصل کی، اگرچہ بعض مقامی مقابلوں کے حتمی اعداد و شمار کی تصدیق کا عمل الگ سے جاری رہ سکتا ہے۔ ان نتائج کا محض مذہبی شناخت کی کامیابی قرار دینا بھی درست نہ ہوگا؛ ان کے پس منظر میں امیدواروں کی سیاسی محنت، مقامی مسائل، عوامی رابطہ مہم اور مختلف برادریوں کی حمایت بھی شامل ہے۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ اہم ہے کہ مسلم شہریوں کی سیاسی شرکت اب امریکی جمہوریت کے ایک نمایاں اور ناقابل نظر انداز پہلو کی حیثیت اختیار کر رہی ہے۔ یہ کامیابیاں ان لوگوں کے لیے بھی ایک قابل غور پیغام رکھتی ہیں جو مسلمانوں کی سیاسی صلاحیتوں کو ان کے مذہب یا شناخت کی بنیاد پر محدود کرنے کے خواہش مند ہیں۔ جمہوری معاشرے میں مذہبی اقلیتوں کی حقیقی قوت اسی وقت نمایاں ہوتی ہے جب وہ تعلیم، سیاسی شعور، تنظیم، قانونی جدوجہد اور شہری حقوق کے استعمال کے ذریعے اپنا مقام حاصل کرتی ہیں۔ محض جذباتی نعروں سے نمائندگی کے دروازے نہیں کھلتے؛ اس کے لیے مسلسل محنت، عوامی مسائل کی تفہیم اور مختلف طبقوں کے ساتھ اعتماد کا رشتہ استوار کرنا پڑتا ہے۔ امریکی انتخابات میں مسلم امیدواروں کی کامیابی اسی حقیقت کی یاد دہانی کراتی ہے کہ جمہوری عمل میں مؤثر شرکت کسی بھی اقلیت کے لیے امکانات کے نئے باب رقم کر سکتی ہے۔ ٹرمپ کی سیاست میں مسلم شہریوں کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا گیا، اس کے برعکس ووٹروں کی بڑی تعداد نے ان امیدواروں کو منتخب کیا جنہوں نے تنوع، شمولیت اور مساوات کی بات کی۔ یہ نتائج اس بات کا ثبوت ہیں کہ امریکی سماج کی اکثریت صدر کی ہر تنقید سے بالاتر سمجھتا رہے۔ پہلا راستہ سیاسی بلوغت کی علامت ہے، جب کہ دوسرا راستہ مزید تنہائی اور کمزوری کی طرف لے جا سکتا ہے۔ ٹرمپ کی آئندہ سیاسی حیثیت کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ وہ ان نتائج کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیا وہ اسے محض ایک عارضی دھچکا سمجھ کر اپنی پرانی روش جاری رکھیں گے، یا اس حقیقت کو تسلیم کریں گے کہ عوامی اعتماد کے بغیر اقتدار کا ظاہری جاہ و جلال بھی کمزور پڑ جاتا ہے؟ جو شخص اپنی سیاسی قوت کے اظہار میں کسی سوچ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، اسے اب ایسے کانگریسی ایوانوں کے ساتھ کام کرنا ہوگا جہاں اس کی جماعت کو اپنی ساتھ اکثریت حاصل نہیں رہی۔ گویا ٹرمپ کی ٹرمپائی کو ووٹروں نے ایسا انتخابی آئ

مسلمانانِ ہند اور موجودہ صورتِ حال: چیلنجز، امکانات اور مستقبل کی راہیں



محمد انصار ندوی
پنڈ، بھین پور، مدھوبنی
رابطہ: 8877174244

تاریخ کے سینے میں قوموں کے عروج و زوال کی کتنی ہی داستانیں محوِ خواب ہیں؛ کہیں عظمت کے مینار آسمان سے ہم کلام ہیں، کہیں وقت کی بے رحم گرد نے بلند و بالا عمارتوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اور کہیں شکستہ دیواروں کے درمیان امید کا کوئی چراغ آج بھی صبحِ نو کی بشارت دے رہا ہے۔ قوموں کی زندگی بھی عجیب داستان ہے؛ کبھی وہ اپنے علم و کردار سے زمانے کی پیشانی پر اپنے نقوش ثبت کرتی ہیں، کبھی حالات کی گرد میں اپنی شناخت تلاش کرتی ہیں، اور کبھی اپنے ہی ماضی کے آئینے میں مستقبل کی صورت گری کرتی ہیں۔ مسلمانانِ ہند آج تاریخ کے اسی دوراہے پر کھڑے ہیں، جہاں ماضی کی عظمت، حال کی آزمائشیں اور مستقبل کے امکانات ایک دوسرے سے ہم کلام ہیں۔ یہ وقت محض حالات کے گزرنے کا نہیں، بلکہ شعور کے جاگنے، فکر کے سنورنے اور نئی منزلوں کے تعین کا وقت ہے۔

یہ سوال اپنی پوری معنویت کے ساتھ ہمارے سامنے کھڑا ہے کہ جس قوم نے کبھی علم و حکمت کے چراغوں سے دنیا کے افق روشن کیے، جس نے تہذیب و تمدن کی تعمیر میں اپنا حصہ ادا کیا، جس کے اہلِ علم نے تحقیق و اجتہاد کی نئی راہیں کھولیں، وہ آج اپنی اجتماعی زندگی کے کن مراحل سے گزر رہی ہے؟ اور اس سے بھی اہم سوال یہ ہے کہ وہ اپنے روشن ماضی کی یاد کو مستقبل کی تعمیر کا وسیلہ کیسے بنائے؟

مسلمانوں کی تاریخ کا ایک ایسا سنہرا باب بھی ہے جس کی تابندگی صدیوں کے فاصلے کے باوجود ماند نہیں ہوئی۔ بغداد کی گہی رونق، قرطبہ کی تہذیبی شان، دمشق کی علمی روایت اور اسلامی دنیا کے مختلف مراکز کی تحقیقی سرگرمیاں اس عہد کی روشن یادگار بنی ہیں۔ جب علم و حکمت کی شمعیں فروزاں تھیں، جب فلسفہ، طب، ریاضی، فلکیات، جغرافیہ اور ادب کے میدانوں میں نئی منزلیں دریافت ہوتی تھیں، جب تشنگانِ انسانی ذہنوں کے دریچے کھول رہی تھیں اور تحقیق فکر و نظر کو وسعت عطا کر رہی تھی، اس وقت اسلامی تہذیب نے عالمی تاریخ کے افق پر اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی۔

اس سنہرے دور کی عظمت کا راز صرف فتوحات، اقتدار یا دولت میں نہیں تھا؛ اس کی روح علمی جستجو، فکری وسعت، تحقیق کی لگن، اخلاق کی پاکیزگی اور علمی اداروں کی سرپرستی میں مضمر تھی۔ مسلمان اہلِ علم نے مختلف تہذیبوں کے علمی سرمایے سے استفادہ کیا، اسے اپنی تحقیق و اجتہاد سے نئی وسعتیں عطا کیں اور انسانی تہذیب کے ارتقا میں قابلِ قدر کردار ادا کیا۔ یہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قوموں کے عروج کا راستہ تلواروں سے زیادہ علم، اقتدار سے زیادہ علم اور دلوں سے زیادہ عمل سے روشن ہوتا ہے۔

ہندوستان کی سرزمین پر بھی مسلمانوں کی علمی، ادبی اور تہذیبی خدمات کی گواہ ہے۔ اس سرزمین پر مسلمانوں نے مختلف ادوار میں علم و ادب، زبان و ثقافت، فنون، معماری، تجارت اور سماجی زندگی کے متعدد شعبوں میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ دہلی، آگرہ، لکھنؤ اور دیگر مراکز نے علمی و تہذیبی روایت کو فروغ دیا۔ اردو زبان و ادب کی تشکیل و ترقی، مدارس و مکاتب کی روایت، علمی و ادبی اداروں کا قیام اور فنِ تعمیر کی عظیم یادگاریں اس تاریخی وابستگی کے روشن ثبوت ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ کو صرف ماضی عروج و زوال کے زاویے سے دیکھنا اس کے تہذیبی، علمی اور انسانی کردار کو محدود کر دینا ہے۔ ان کی تاریخ اس ملک کی مشترکہ تہذیب اور اجتماعی زندگی کا ایک اہم باب ہے۔

لیکن تاریخ کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ کبھی کبھی قومیں اپنے ماضی کی عظمت کے حصار میں اس طرح محصور ہو جاتی ہیں کہ حال کی ذمہ داریاں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہونے لگتی ہیں۔ ماضی کی یاد اگر مستقبل کی تعمیر کا حوصلہ دے تو نعمت ہے، لیکن اگر وہ عمل کی جگہ لے لے تو ایک خوب صورت خواب بن کر رہ جاتی ہے۔ تاریخ کا حقیقی احترام اس کے روشن صفحات کو دہرانے میں نہیں، بلکہ ان سے سبق حاصل کر کے نئی تاریخ رقم کرنے میں ہے۔ مسلمانوں کے سنہرے دور نے ہمیں علم، تحقیق، فکری وسعت اور اخلاقی استقامت کا جو سبق دیا تھا، آج اس کی روشنی میں اپنی اجتماعی زندگی کا جائزہ لینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

موجودہ ہندوستانی مسلمانوں کی صورتِ حال کئی پیچیدہ مسائل اور آزمائشوں سے عبارت ہے۔ سیاسی نمائندگی، تعلیمی پسماندگی، معاشی کمزوری، سماجی تحفظ، مذہبی آزادی اور قومی زندگی میں مؤثر شرکت جیسے موضوعات تجزیہ و تو جہ کے طالب ہیں۔ حالات کا تقاضا ہے کہ ان مسائل کو نہ جذبات کی دھند میں دیکھا جائے اور نہ بے حسی کی تاریکی میں گم ہونے دیا جائے۔ حقیقت پسندی، فکری دیانت اور تعمیری شعور کے ساتھ ان کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ مایوسی اگر بیداری پیدا کرے تو مفید ہے لیکن اگر وہ مایوسی اور بے عملی کا دروازہ کھول دے تو اپنی قوت کھو دیتی ہے۔

تعلیم وہ چراغ ہے جس کی روشنی میں قومیں اپنے مستقبل کی راہیں دیکھتی ہیں۔ مسلمانوں کے سنہرے دور کی بنیاد بھی علم و تحقیق پر تھی اور آج ان کی ترقی کا راستہ بھی اسی سرچشمے سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ دینی علوم کی حفاظت اور عصری علوم میں پیش رفت ایک دوسرے کی ضد نہیں، بلکہ ایک متوازن علمی زندگی کے دو اہم پہلو ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کو ایسی نسل تیار کرنے کی ضرورت ہے جو دینی و اخلاقی اقدار سے وابستہ ہونے کے ساتھ سائنس، ٹیکنالوجی، طب، قانون، معاشیات اور تحقیق کے میدانوں میں بھی اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر سکے۔ تعلیم محض روزگار کی کنجی نہیں، بلکہ فکری آزادی، کردار کی پختگی اور اجتماعی ترقی کا بنیادی وسیلہ ہے۔

معاشی خود کفالت بھی قومی زندگی کے وقار اور استحکام کی ایک اہم بنیاد ہے۔ معاشی کمزوری صرف فرد کے وسائل کو محدود نہیں کرتی، بلکہ اس کے اجتماعی اعتماد اور سماجی اثرات کو بھی متاثر کرتی ہے۔ تجارت، صنعت، جدید کاروبار، فنی تربیت اور پیشہ ورانہ مہارتوں میں ترقی مسلمانوں کے لیے نئے امکانات پیدا کر سکتی ہے، نوجوانوں کی صلاحیتوں کو روزگار کا ذریعہ بنا سکتی ہے، چھوٹے کاروباروں کی سرپرستی اور باہمی تعاون کے مؤثر ادارے معاشی استحکام کی راہیں ہموار کر سکتے ہیں۔ خود کفالت محض مالی آسودگی کا نام نہیں، بلکہ اپنی صلاحیتوں پر اعتماد اور اپنے مستقبل کی تعمیر میں مؤثر شرکت کا نام بھی ہے۔



سیاسی شعور اور جمہوری شرکت بھی موجودہ دور کی بنیادی ضرورتوں میں شامل ہیں۔ ہندوستانی مسلمان اس ملک کے شہری ہیں اور آئینی حقوق و آزادیوں کے تحفظ کے ساتھ قومی ترقی میں برابری کی شرکت کے حق دار ہیں۔ اس مقصد کے لیے سیاسی بصیرت، قانونی آگہی، اجتماعی نظم اور دانش مندانہ شراکت ضروری ہے۔ سیاست کو محض جذباتی وابستگی یا وقتی ردِ عمل کا میدان بنانے کے بجائے اسے اجتماعی مفادات، آئینی تحفظ اور تعمیری جدوجہد کا وسیلہ بنانا چاہیے۔ اختلافات کے باوجود مکالمے، عمل اور دانش مندانہ حکمتِ عملی کو فروغ دینا وقت کا اہم تقاضا ہے۔

مسلمانانِ ہند کی اجتماعی زندگی میں اتحاد کی اہمیت بھی غیر معمولی ہے۔ اختلافِ رائے کسی زندہ معاشرے کی علامت ہے، لیکن جب اختلاف تعصب، بدگمانی اور انتشار میں تبدیل ہو جائے تو اجتماعی قوت بکھرنے لگتی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے فکری، مسلکی اور سیاسی اختلافات کے باوجود مشترکہ مسائل پر تعاون کی راہیں تلاش کرنی چاہئیں۔ اتحاد کا مطلب یکسانیت نہیں، بلکہ اختلاف کے باوجود مشترکہ مقصد کے لیے جڑا ہوا ہے۔ قوموں کی قوت اسی وقت نمایاں ہوتی ہے جب ان کے افراد اپنی انفرادی ترجیحات سے بلند ہو کر اجتماعی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرتے ہیں۔

اس مرحلے پر مسلم تنظیمات، دینی و تعلیمی اداروں اور اہلِ علم کی ذمہ داریاں بھی غیر معمولی اہمیت اختیار کر جاتی ہیں۔ قیادت کا اصل کمال صرف حالات کا مرثیہ پڑھنا نہیں، بلکہ حالات کے اندر امکانات تلاش کرنا اور قوم کو عمل کی راہ دکھانا ہے۔ اداروں کی عظمت صرف ان کی تاریخی شہرت یا ظاہری وسعت میں نہیں، بلکہ ان کی علمی افادیت، تربیتی صلاحیت اور مستقبل کی تیاری میں بھی پوشیدہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ ادارے باہمی رقابتوں سے بلند ہو کر تعلیم، تحقیق، تربیت اور انسانی خدمت کو اپنی ترجیحات بنائیں۔

نوجوان نسل مسلمانانِ ہند کے مستقبل کا روشن چراغ ہے۔ ان کے اندر موجود صلاحیتیں، تخلیقی فکر اور بلند عزائم اگر علم، کردار اور صحیح رہنمائی سے آراستہ ہو جائیں تو وہ تاریخ کے نئے باب رقم کر سکتے ہیں۔ نوجوانوں کو ماضی کی عظمت سے واقف کرانا ضروری ہے، لیکن انہیں مستقبل کے امکانات سے آشنا کرنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ انہیں یہ یقین دلانا ہوگا کہ حالات کی سخت سے سخت آزمائش کا خاتمہ نہیں کرتی، بلکہ صحیح رہنمائی اور مسلسل جدوجہد کے ذریعے نئی راہیں پیدا کی جا سکتی ہیں۔ خواتین کی تعلیم و تربیت اور سماجی ترقی کو بھی اسی اجتماعی سفر کا لازمی حصہ سمجھنا چاہیے۔

ہندوستان کی تہذیبی رنگا رنگی اور مذہبی تنوع اس سرزمین کی ایک اہم ثقافت ہے۔ اس مشترکہ زندگی کا باہمی احترام، انصاف، مکالمے اور ذمہ دارانہ شہری کردار سے مضبوط بنایا جا سکتا ہے۔ مسلمانانِ ہند کو اپنی مذہبی و تہذیبی شناخت کے تحفظ کے ساتھ دوسرے طبقات سے مثبت روابط قائم رکھنے چاہئیں۔ اختلافات کو نفرت کا ذریعہ بنانے کے بجائے مکالمے اور تعاون کے ذریعے مشترکہ مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ اپنی شناخت پر قائم رہتے ہوئے دوسروں کے حقوق اور وقار کا احترام کرنا بھی ایک مضبوط اور متوازن معاشرے کی علامت ہے۔

اس پورے منظرنامے میں خود احتسابی کی اہمیت بھی کم نہیں۔ قیادت کی بڑی سے بڑی ناکامی یہ ہوگی کہ وہ حالات سے کچھ نہ سیکھے۔ یہ وقت ہے کہ بہت سے مسائل کا تعلق بیرونی حالات اور سماجی و سیاسی عوامل سے ہے لیکن داخلی کمزوریاں، تنظیمی ضعف، تعلیمی انتشار اور مستقبل کی منصوبہ بندی کا فقدان بھی بعض مشکلات کو بڑھاتے ہیں۔ ایک زندہ قوم وہی ہوتی ہے جو اپنے مسائل کے اسباب کو دیانت داری سے سمجھے اور اپنی اصلاح کے لیے آمادہ ہو۔ خود احتسابی کمزوری کا اعتراف نہیں، بلکہ قوتِ اصلاح کی علامت ہے۔

تاریخ کے طویل سفر میں مسلمانوں نے علم و حکمت کے چراغ روشن کیے، تہذیب و تمدن کے نئے باب رقم کیے اور انسانی ترقی میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ ہندوستان میں ان کی تاریخی خدمات بھی اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ مسلمان اس سرزمین کی تہذیبی اور اجتماعی زندگی کا ایک اہم حصہ رہے ہیں۔ لیکن ماضی کی عظمت کا اصل تقاضا یہ نہیں کہ ہم اس کے قصیدے پڑھتے رہیں، بلکہ یہ ہے کہ اس کی علمی روح کو اپنے حال میں زندہ کریں اور اس کے روشن اصولوں سے اپنے مستقبل کی بنیاد رکھیں۔

آج مسلمانانِ ہند کے سامنے چیلنجز بھی ہیں اور امکانات بھی؛ اندھیرے بھی ہیں اور امید کے روشن دریچے بھی۔ تاریخ کا چراغ ہمارے ہاتھ میں ہے، لیکن اس کی روشنی میں آگے بڑھنے کے لیے عزم، بصیرت اور عمل کی ضرورت ہے۔ علم کو اپنی قوت، کردار کو اپنی پہچان، اتحاد کو اپنا سرمایہ، خدمت کو اپنا شعار اور آئینی و جمہوری شعور کو اپنی رہنمائی بنانا ہوگا۔ قومیں کسی ایک شعبے یا محض حالات کی گردش سے نہیں بنتیں، بلکہ فکری پختگی، عمل کی قوت اور اجتماعی جدوجہد سے نئی منزلیں حاصل کرتی ہیں۔

آنے والی نسلیں ہم سے یہ نہیں پوچھیں گی کہ ہمارے زمانے میں مشکلات نہ تھیں، بلکہ یہ پوچھیں گی کہ ان مشکلات کے باوجود ہم نے ان کے لیے کیا راستے کھولے۔ یہی سوال آج مسلمانانِ ہند کے ضمیر کو بیدار کرنے کے لیے کافی ہے۔ اگر ہم اپنے ماضی کی عظمت کو حال کی ذمہ داری سے جوڑ سکیں، اپنی کمزوریوں کو قوت اصلاح میں بدل سکیں اور اپنی اجتماعی زندگی کو علم، اخلاق، اتحاد اور خدمت کے اصولوں پر استوار کر سکیں تو مستقبل کی راہیں یقیناً روشن ہو سکتی ہیں۔

قوموں کی زندگی میں امید کا چراغ کبھی حالات کی آسانی سے نہیں، بلکہ عزم کی حرارت سے روشن ہوتا ہے۔ مسلمانانِ ہند کے لیے بھی وقت کا پیغام یہی ہے کہ وہ مایوسی کے اندھیروں میں اپنے حوصلے نہ کھوئیں، افتخار کی گرد میں اپنی سمت نہ بھولیں اور ماضی کی عظمت کو مستقبل کی تعمیر کا وسیلہ بنائیں۔ تاریخ کا قلم ابھی رواں ہے؛ اس کے صفحات پر آنے والی نسلوں کا مستقبل لکھا جانا باقی ہے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے کردار، علم، فکر اور عمل سے ان صفحات کو ایسی روشن عبارت عطا کریں جسے پڑھ کر آنے والی نسلیں فخر بھی محسوس کریں اور اپنے مستقبل کے لیے حوصلہ بھی حاصل کریں۔

سہ روزہ عالمی اردو کانفرنس کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر

90 سے زائد مقالہ نگاروں کی شرکت، تقسیم اسناد و مومنٹو اور ممتاز شخصیات کی خدمات کا اعتراف



حیدرآباد دکن: اسکول آف بیسیلیئنس، حیدرآباد یونیورسٹی کے آڈیٹوریم میں منعقدہ سہ روزہ عالمی اردو کانفرنس اپنی علمی، ادبی اور فکری سرگرمیوں کے ساتھ کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔ اس عالمی کانفرنس میں ملک و بیرونِ ملک سے تعلق رکھنے والے 90 سے زائد مقالہ نگاروں نے اپنے تحقیقی و علمی مقالات پیش کیے، جس سے اردو زبان و ادب کے فروغ، نئی فکری جہتوں اور علمی تبادلۂ خیال کے لیے ایک مؤثر ماحول فراہم ہوا۔

کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں مقالہ نگاروں اور شرکائے کانفرنس کو اسناد و مومنٹو پیش کیے جائیں گے، جبکہ چار ممتاز ایوارڈ یافتگان کا تعلق صوفی جمیل اختر لیبریری سوسائٹی، کلکتہ سے ہے۔ آج کے اختتامی اجلاس میں ان ایوارڈز کی پیشکش بھی عمل میں آئے گی۔

اس کامیاب عالمی کانفرنس کے انعقاد اور اختتامی و علمی ذمہ داریوں کی خوش اسلوبی سے تکمیل پر صدر شعبہ اردو پروفیسر عرشیہ جبیں صابر، ڈاکٹر محمد کاشف شعیب اردو، سیکریٹری صوفی جمیل اختر لیبریری سوسائٹی پرویز اختر صاحب اور لندن میں مقیم سوسائٹی کے بانی و سرپرست اعلیٰ فہیم اختر صاحب خصوصی مبارکباد اور خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔

ڈاکٹر مختار احمد فردین نے اس شاندار علمی و ادبی اجتماع کی کامیابی پر تمام منتظمین، مقالہ نگاروں اور شرکائے کانفرنس کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے بالخصوص فہیم اختر صاحب اور پرویز اختر صاحب کی اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے مسلسل، مخلصانہ اور قابلِ قدر خدمات کو خراجِ تحسین و آفرین پیش کیا۔

انہوں نے کہا کہ ایسی عالمی کانفرنسیں محض علمی نشستیں نہیں ہوتیں بلکہ یہ اردو زبان کی تہذیبی شناخت، فکری وراثت، تحقیق و منہجیہ اور نئی نسل کی علمی تربیت کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مختلف علاقوں اور ممالک سے اہلِ علم و دانش کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا اردو کے روشن مستقبل کی امید کو مزید مستحکم کرتا ہے۔

بالشبہ صوفی جمیل اختر لیبریری سوسائٹی، کلکتہ کے اشتراک سے منعقدہ یہ سہ روزہ عالمی اردو کانفرنس اردو زبان و ادب کے فروغ اور علمی و ادبی روابط کے استحکام کی ایک قابلِ قدر مثال ہے۔

گھریلو قربت کا زوال اور سکونِ خانہ کا فقدان



نیاز احمد
علی گڑھ

انسانی زندگی میں گھر کو ہمیشہ سے ایک منفرد اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہ صرف گارے، پتھروں اور اینٹوں سے اٹھائی گئی عمارت نہیں کہلاتی، بلکہ الفت، اپنائیت، بھروسے، خلوص اور آپسی تعلقات کا ایک حسین گہوارہ ہوتا ہے۔ پورے دن کی تھکاوٹ، مشقت اور ذہنی الجھنوں کے بعد جب انسان اپنے مسکن کی طرف لوٹتا ہے، تو اس کے دل میں یہی تمنا ہوتی ہے کہ اب اسے چین، راحت اور گہی سکون میسر آئے گا۔ گھر والوں کی موجودگی، ان کی قربت، دل کی بات کہنا، اپنے حالات بتانا اور دوسروں کی سننا جینے کے لطف کو دوبالا کر دیتا ہے۔ مگر گھریلو زندگی کا یہ خوب صورت منظر تیزی سے ماضی کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔ مکان بھی آباد ہیں اور لوگ بھی موجود ہیں، مگر وہ قلبی و جذباتی قربت، بے تکلفی اور خوشی رشتوں کی گرم جوشی اب ناپید ہوتی جا رہی ہے۔ ہر گھر میں ہمارے گھروں کا خاصہ تھا اب ہر گھر کی روح بھی مدھم پڑنے لگتی ہے۔

ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ دنیا جتنی ترقی اور جدت کی سمت گامزن ہے، اسی تیزی سے انسانی رشتوں کا توازن بگڑ رہا ہے۔ ہم ایک ایسے دور میں جی رہے ہیں جہاں ہر شخص اپنی ذات کے خول میں سمٹتا جا رہا ہے۔ کوئی سوشل میڈیا کی چمکیلی دنیا میں کھویا ہوا ہے، کوئی سکرین پر تصویری مناظر دیکھنے میں مگن ہے اور کوئی انٹرنیٹ کی دنیا سے دل بہلانے کا سامان ڈھونڈ رہا ہے۔ جسمانی طور پر تو سب ایک ہی کمرے میں ہوتے ہیں، مگر دل اور ذہن کے اعتبار سے میلوں دور بیٹھے ہیں۔ جو قیمتی لمحے کبھی اپنوں کے نام لکھے جاتے تھے، وہ اب مختلف ڈیوائسز اور بے کار کاموں کی نذر ہو رہے ہیں۔

ٹیکنالوجی اور باہمی تعلقات میں کمی

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ٹیکنالوجی کی دین سے ہماری زندگی کافی حد تک آسان ہو چکی ہے۔ اب دنیا کے ایک کونے میں موجود انسان سے رابطہ کرنا چند لمحوں کا کھیل بن گیا ہے۔ معلومات تک رسائی میں تیزی آئی ہے اور اب گھر بیٹھے ہی متعدد کام نمٹائے جا سکتے ہیں۔ تاہم، اس سہولت کے ساتھ ایک ایسا منفی رجحان بھی ابھرا ہے جس نے گھریلو رشتوں کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ اب انسان دور دراز لوگوں سے تو جڑا رہتا ہے، مگر اپنے قریب موجود اپنوں کے لیے اس کے پاس بات کرنے کا وقت نہیں بچا۔ یہ بڑی عجیب سی حقیقت ہے کہ انسان کو دنیا بھر کے لوگوں کی خبریں تو ہوتی ہیں، لیکن اپنے ہی گھر کے کسی فرد کی ذہنی کیفیت کا اسے ذرا بھی علم نہیں ہوتا۔ وہ انجانوں کی خوشی اور غم پر فوری ردِعمل دیتا ہے، مگر اپنے گھر کے کسی فرد کے دل کی بات جاننے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ جو شخص سوشل میڈیا پر گھنٹوں گزار دیتا ہے، وہ اکثر اپنے والد یا بیٹی کے پاس خاموشی سے بیٹھنے کے پانچ منٹ بھی نہیں نکال پاتا۔

یہ محض ہمارا نہیں اس بات پر غور کرنے پر اکسایا ہے کہ کیا ہم ٹیکنالوجی کے استعمال، اپنوں کے اس جال میں اتنے الجھ گئے ہیں کہ حقیقی اور خلوص بھرے رشتوں کو وقت دینا ہی بھول گئے ہیں؟

گھریلو الجھنوں اور ذہنی دوری

گھر کے اندر ہونے والی بات چیت صرف وقت کاٹنے کا ذریعہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک دوسرے کو جاننے، اعتماد بحال کرنے اور بڑھانے کا بنیادی ذریعہ ہے۔ جب کوئی فرد اپنے دن بھر کے معمولات گھر والوں سے شیئر کرتا ہے، تو وہ محض قصے نہیں سنا رہا ہوتا بلکہ اپنے جذبات بھی ان کے سامنے کھول کر رکھ رہا ہوتا ہے۔ بالکل ایسے ہی، جب گھر کا کوئی دوسرا فرد اس کی بات دھیان سے سنتا ہے تو بولنے والے کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کی ذات، اس کے مسائل اور اس کی خوشیاں باقی سب کے لیے بھی معنی رکھتی ہیں۔ لیکن گھریلو ماحول اختصار ہو جائے تو باہمی فہم کے مواقع خود بخود سکڑ جاتے ہیں۔ لوگ اپنی ذہنی الجھنوں کو دل میں چھپانے لگتے ہیں۔ معمولی نوعیت کی غلط فہمیاں پیچیدگی بنتی ہیں اور کبھی کبھار معمولی اختلاف بھی گہرے تفرقے کا روپ لے لیتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ باہمی وقت کی کمی کی وجہ سے کوئی بھی کسی کے جذبات، مزاج اور حالات کا درست اور اک نہیں کر پاتا۔ اس طرح ایک ہی چھت تلے زندگی بسر کرنے والے انجانوں کی سی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

باہمی مشورے اور احساسِ ذمہ داری کا خاتمہ

خاندانی نظام کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ گھر کے افراد اپنے مسائل اور اہم فیصلوں میں ایک دوسرے سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ خاندان کے بڑوں کے تجربات کو اہمیت دی جاتی تھی، تو ان کا تجربہ اپنی رائے پیش کرتے تھے اور بچوں کو بھی اپنی بات کہنے کا موقع ملتا تھا۔ اس طرح ہر فرد خود کو خاندان کا ایک اہم حصہ سمجھتا تھا اور اسے یہ احساس رہتا تھا کہ اس کی رائے اور باتوں کی بھی قدر کی جاتی ہے۔ آج کے دور میں انفرادیت کا رجحان اس قدر بڑھ چکا ہے کہ ہر گھر میں افراد اپنی اپنی سطح پر فیصلے کر رہے ہیں۔ ہر فرد اپنے روزمرہ کے کاموں اور ذاتی ترجیحات میں اس قدر الجھا ہوا ہے کہ خاندانی مشورتوں اور مشترکہ فیصلوں کے لیے وقت نکالنا محال ہو گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ گھریلو امور میں تعاون اور مشاورت کا رجحان زوال پذیر ہے۔ نئی پود بزرگوں کی کہی ہوئی باتوں سے فیض یاب نہیں ہو پاتی اور بزرگ بھی نوجوانوں کے بدلتے ہوئے رجحانات سے بے خبر رہ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نسلوں کے درمیان دوری بڑھتی جا رہی ہے، اور اس فاصلے کو کم کرنے کے لیے وقت دینے اور مل کر بات چیت کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

گھر کے سکون اور اطمینان پر اثرات

گھر کا امن محض اس عمارت کا نام نہیں کہ وہاں کوئی شور نہ ہے یا سب خاموش بیٹھے ہوں۔ اصل چین تو اس یقین کا محتاج ہے کہ بندہ اپنے گھر میں کھل کر بات کر سکے، اس کے دکھ سنے جائیں، اس کی خوشیوں میں سب شریک ہوں اور دکھ سکھ میں اپنوں کا کندھا میسر ہو۔ جب یہ یقین ڈگمگانے لگے تو گھر کی تمام تر دنیوی آسائشیں بھی دلی سکون دینے سے قاصر رہتی ہیں جس کی انسان کو جستجو ہوتی ہے۔ آج کل عسرت سے آسائشیں ہونے کے باوجود گھروں میں جدید ترین آلات رکھے ہیں اور آرام کے تمام سامان موجود ہیں، مگر اس سب کے باوجود ذہنی بے چینی اور تنہائی کا احساس دن بدن پھیلتا جا رہا ہے۔ اس سورتحال کی ایک بڑی وجہ آپس کے رشتوں میں بڑھتی ہوئی دوری ہے۔ صرف مادی چیزیں انسان کی ضرورت نہیں پوری کرتیں، بلکہ اسے خلوص، توجہ، محبت اور دل سے اپنائے جانے کا احساس بھی چاہیے۔ یہ بنیادی ضرورتیں گھر کی چھت تلے نہ ملیں تو پھر گھر کا اصل مقصد فوت ہونے لگتا ہے۔

نئی نسل اور بچوں کی تربیت پر اس کے اثرات

بچوں کی اخلاقی نشوونما میں خاندانی اجتماعات اور گھر کے بڑوں کا ساتھ بنیادی اہمیت رکھتا تھا۔ والدہ اور بزرگوں کو تحکم کرتے دیکھنا معاملات نمٹانا باہمی عزت و احترام برقرار رکھنا اور کٹھن وقت میں حوصلہ رکھنا بچوں پر گہرے اثرات چھوڑتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ اخلاق اور معاشرے کے آداب کی یہ تمام باتیں کم سن ذہنوں میں کسی باقاعدہ پڑھائی کے بغیر ہی بیٹھ جاتی تھیں۔ مشترکہ خلوص اور آپس کی بات چیت کا یہ ماحول ختم ہو جائے تو نئی نسل کو ویسے مواقع نہیں مل پاتے۔ پھر بچے اپنی دنیا تک محدود ہو جاتے ہیں اور ماں باپ کے پاس بھی اتنی فرصت نہیں بچتی کہ وہ ان کی تہیں یا کوئی راہ دکھائیں۔ ایسے میں گھر کے افراد کے درمیان دوری گہری ہو سکتی ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں اپنے مسائل، الجھنیں اور ذہنی الجھنوں باہر کے ماحول میں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ ہمیشہ درست نہیں ہوتا۔ اس طرح ایک ہی چھت تلے زندگی بسر کرنے والے انجانوں کی سی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

باہمی مشورے اور احساسِ ذمہ داری کا خاتمہ

خاندانی نظام کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ گھر کے افراد اپنے مسائل اور اہم فیصلوں میں ایک دوسرے سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ خاندان کے بڑوں کے تجربات کو اہمیت دی جاتی تھی، تو ان کا تجربہ اپنی رائے پیش کرتے تھے اور بچوں کو بھی اپنی بات کہنے کا موقع ملتا تھا۔ اس طرح ہر فرد خود کو خاندان کا ایک اہم حصہ سمجھتا تھا اور اسے یہ احساس رہتا تھا کہ اس کی رائے اور باتوں کی بھی قدر کی جاتی ہے۔ آج کے دور میں انفرادیت کا رجحان اس قدر بڑھ چکا ہے کہ ہر گھر میں افراد اپنی اپنی سطح پر فیصلے کر رہے ہیں۔ ہر فرد اپنے روزمرہ کے کاموں اور ذاتی ترجیحات میں اس قدر الجھا ہوا ہے کہ خاندانی مشورتوں اور مشترکہ فیصلوں کے لیے وقت نکالنا محال ہو گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ گھریلو امور میں تعاون اور مشاورت کا رجحان زوال پذیر ہے۔ نئی پود بزرگوں کی کہی ہوئی باتوں سے فیض یاب نہیں ہو پاتی اور بزرگ بھی نوجوانوں کے بدلتے ہوئے رجحانات سے بے خبر رہ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نسلوں کے درمیان دوری بڑھتی جا رہی ہے، اور اس فاصلے کو کم کرنے کے لیے وقت دینے اور مل کر بات چیت کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

گھر کے سکون اور اطمینان پر اثرات

گھر کا امن محض اس عمارت کا نام نہیں کہ وہاں کوئی شور نہ ہے یا سب خاموش بیٹھے ہوں۔ اصل چین تو اس یقین کا محتاج ہے کہ بندہ اپنے گھر میں کھل کر بات کر سکے، اس کے دکھ سنے جائیں، اس کی خوشیوں میں سب شریک ہوں اور دکھ سکھ میں اپنوں کا کندھا میسر ہو۔ جب یہ یقین ڈگمگانے لگے تو گھر کی تمام تر دنیوی آسائشیں بھی دلی سکون دینے سے قاصر رہتی ہیں جس کی انسان کو جستجو ہوتی ہے۔ آج کل عسرت سے آسائشیں ہونے کے باوجود گھروں میں جدید ترین آلات رکھے ہیں اور آرام کے تمام سامان موجود ہیں، مگر اس سب کے باوجود ذہنی بے چینی اور تنہائی کا احساس دن بدن پھیلتا جا رہا ہے۔ اس سورتحال کی ایک بڑی وجہ آپس کے رشتوں میں بڑھتی ہوئی دوری ہے۔ صرف مادی چیزیں انسان کی ضرورت نہیں پوری کرتیں، بلکہ اسے خلوص، توجہ، محبت اور دل سے اپنائے جانے کا احساس بھی چاہیے۔ یہ بنیادی ضرورتیں گھر کی چھت تلے نہ ملیں تو پھر گھر کا اصل مقصد فوت ہونے لگتا ہے۔

نئی نسل اور بچوں کی تربیت پر اس کے اثرات

بچوں کی اخلاقی نشوونما میں خاندانی اجتماعات اور گھر کے بڑوں کا ساتھ بنیادی اہمیت رکھتا تھا۔ والدہ اور بزرگوں کو تحکم کرتے دیکھنا معاملات نمٹانا باہمی عزت و احترام برقرار رکھنا اور کٹھن وقت میں حوصلہ رکھنا بچوں پر گہرے اثرات چھوڑتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ اخلاق اور معاشرے کے آداب کی یہ تمام باتیں کم سن ذہنوں میں کسی باقاعدہ پڑھائی کے بغیر ہی بیٹھ جاتی تھیں۔ مشترکہ خلوص اور آپس کی بات چیت کا یہ ماحول ختم ہو جائے تو نئی نسل کو ویسے مواقع نہیں مل پاتے۔ پھر بچے اپنی دنیا تک محدود ہو جاتے ہیں اور ماں باپ کے پاس بھی اتنی فرصت نہیں بچتی کہ وہ ان کی تہیں یا کوئی راہ دکھائیں۔ ایسے میں گھر کے افراد کے درمیان دوری گہری ہو سکتی ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں اپنے مسائل، الجھنیں اور ذہنی الجھنوں باہر کے ماحول میں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ ہمیشہ درست نہیں ہوتا۔ اس طرح ایک ہی چھت تلے زندگی بسر کرنے والے انجانوں کی سی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

باہمی

وزیر خارجہ جے شنکر کی آسٹریلیا اور برطانیہ کے وزرائے اعظم سے ملاقات



نئی دہلی، 5 نومبر۔ ایم این این۔ وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے ہفتہ جاپان میں آسٹریلیا اور برطانیہ کے وزرائے اعظم سے ملاقات کی۔ دونوں ملاقاتوں میں مختلف شعبوں میں دوطرفہ تعاون کو مزید مضبوط بنانے پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ آسٹریلیا کے وزیر اعظم انتھونی البانیز سے ملاقات کے بعد جے شنکر نے ایکس پر لکھا، ''(سی ایچ او جی ایم) 2026 میں وزیر اعظم البانیز سے مل کر خوشی ہوئی۔'' یہ ملاقات ملیشیا رن میں سالانہ سربراہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اس سفارتی دورے کے دوران وزیر خارجہ نے ایکس پر لکھا، ''(سی ایچ او جی ایم) 2026 کے موقع پر برطانیہ کے وزیر اعظم ایڈی برنہم سے ملاقات کر کے خوشی ہوئی۔ انہیں وزیر اعظم نریندر مودی کی جانب سے نیک خواہشات پہنچائیں۔ CETA کے تناظر میں اپنی اقتصادی شراکت داری کو مزید مضبوط بنانے اور عالمی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا۔'' اس سے قبل جولائی میں وزیر اعظم نریندر مودی نے برطانیہ کے وزیر اعظم سے فون پر بات کی تھی۔ اس دوران دونوں رہنماؤں نے اہم شعبوں میں دوطرفہ تعاون کو مزید گہرا کرنے پر اتفاق کیا تھا۔ فون پر گفتگو کے دوران وزیر اعظم مودی نے ایڈی برنہم کو عہدہ سنبھالنے پر مبارک باد دی اور ان کی کامیاب مدت کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا۔ وزیر اعظم مودی نے فون پر بات چیت کے بعد ایکس پر لکھا تھا، ''برطانیہ کے وزیر اعظم ایڈی برنہم سے بات کر کے خوشی ہوئی۔ انہیں عہدہ سنبھالنے پر مبارک باد دی اور کامیاب مدت کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ ہم نے لیکاٹالوجی، اختراع، دفاع، سلامتی، صاف توانائی، تعلیم اور عوامی سطح پر تعلقات سمیت مختلف شعبوں میں مل کر کام کرنے اور ہندوستان-برطانیہ جامع اسٹریٹجک شراکت داری کو نئی بلندیوں تک لے جانے پر اتفاق کیا۔''

رہنماؤں نے جامع اقتصادی و تجارتی معاہدے (CETA) کے تحت تجارتی شراکت داری کو مزید وسعت دینے کے امکانات پر تبادلہ خیال کیا اور بدلتی ہوئی عالمی صورتحال پر اپنے خیالات کا تبادلہ کیا۔ جے شنکر نے ایکس پر لکھا، ''(سی ایچ او جی ایم) 2026 کے موقع پر برطانیہ کے وزیر اعظم ایڈی برنہم سے ملاقات کر کے خوشی ہوئی۔ انہیں وزیر اعظم نریندر مودی کی جانب سے نیک خواہشات پہنچائیں۔ CETA کے تناظر میں اپنی اقتصادی شراکت داری کو مزید مضبوط بنانے اور عالمی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا۔'' اس سے قبل جولائی میں وزیر اعظم نریندر مودی نے برطانیہ کے وزیر اعظم سے فون پر بات کی تھی۔ اس دوران دونوں رہنماؤں نے اہم شعبوں میں دوطرفہ تعاون کو مزید گہرا کرنے پر اتفاق کیا تھا۔ فون پر گفتگو کے دوران وزیر اعظم مودی نے ایڈی برنہم کو عہدہ سنبھالنے پر مبارک باد دی اور ان کی کامیاب مدت کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا۔ وزیر اعظم مودی نے فون پر بات چیت کے بعد ایکس پر لکھا تھا، ''برطانیہ کے وزیر اعظم ایڈی برنہم سے بات کر کے خوشی ہوئی۔ انہیں عہدہ سنبھالنے پر مبارک باد دی اور کامیاب مدت کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ ہم نے لیکاٹالوجی، اختراع، دفاع، سلامتی، صاف توانائی، تعلیم اور عوامی سطح پر تعلقات سمیت مختلف شعبوں میں مل کر کام کرنے اور ہندوستان-برطانیہ جامع اسٹریٹجک شراکت داری کو نئی بلندیوں تک لے جانے پر اتفاق کیا۔''

دونوں ملکوں کے درمیان اسٹریٹجک شراکت داری کو مزید مضبوط بنانے کے لیے اعلیٰ سطح پر ہونے والی متعدد بات چیت کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ گزشتہ ہفتے وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ نے ٹوکیو میں آسیان وزرائے دفاع کی 13ویں میٹنگ پلس کے موقع پر آسٹریلیا کے نائب وزیر اعظم رچرڈ مارلز سے ملاقات کی تھی۔ اس دوران دونوں سلامتی سے متعلق چیلنجوں سے نمٹنے پر بات کی تھی۔ اس ملاقات کے دوران راج ناتھ سنگھ نے کہا تھا کہ نئی دہلی آسٹریلیا کے ساتھ جامع اسٹریٹجک شراکت داری کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے، تاکہ آزاد، کھلے اور محفوظ ہند بحرالکاہل خطے کو یقینی بنایا جاسکے۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے اس سے قبل 8 سے 10 جولائی تک آسٹریلیا کا دورہ کیا تھا، جہاں وہ 18 اہم معاہدوں پر دستخط کیے تھے، جن میں باضابطہ دفاعی معاہدہ اور یورینیم کی فراہمی سے متعلق شوری جوہری معاہدہ بھی شامل تھا۔ اپنے دورے کے دوران وزیر خارجہ جے شنکر نے برطانیہ کے وزیر اعظم ایڈی برنہم سے بھی (سی ایچ او جی ایم) 2026 کے موقع پر ملاقات کی۔ دونوں

بھارت۔SACU معاہدہ، بھارت۔افریقہ کے درمیان وسیع تر تجارتی معاہدے کے لیے ایک نمونہ بن سکتا ہے: جنوبی افریقی سفیر

نئی دہلی، 5 نومبر۔ ایم این این۔ بھارت اور سدرن افریکن کسٹمز یونین (SACU) کے درمیان مجوزہ ترجیحی تجارتی معاہدہ، دونوں کی تیزی سے ترقی کرتی ہوئی بڑی معیشت (بھارت) اور افریقہ کے مابین ایک زیادہ وسیع اور اہم تجارتی معاہدے کے لیے ایک نمونہ ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ بات بھارت میں تعینات جنوبی افریقہ کے ہائی کمشنر ایل سوک لال نے ایک انٹرویو میں کہا۔ سدرن افریکن کسٹمز یونین پانچ رکن ممالک پر مشتمل ایک بلاک ہے جس میں جنوبی افریقہ، بوٹسوانا، لیسوتھو، نمیبیا اور ایسواتینی شامل ہیں۔ انہوں نے کہا، سدرن افریکن کسٹمز یونین معاہدے پر دستخط ہونا جس کی توقع ایک سال کے اندر ہے بھارت اور افریقہ کے درمیان ایک زیادہ وسیع تجارتی معاہدے کے لیے ایک نمونہ بن سکتا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے جب بھارت افریقہ کے کسی علاقائی بلاک کے ساتھ تجارتی معاہدے کے لیے مذاکرات کر رہا ہے۔ ماہرین کا ماننا ہے کہ اس معاہدے کا کامیاب اختتام بھارت اور افریقہ کے درمیان ایک وسیع تر اقتصادی ڈھانچے کی بنیاد فراہم کرسکتا ہے۔ بھارتی حکومت کے ایک بیان کے مطابق، بھارت اور سدرن افریکن کسٹمز یونین نے 12 اگست کو مذاکرات کے لیے شرائط کار پر دستخط کیے۔ توقع ہے کہ اس ترجیحی تجارتی معاہدے میں کئی امور شامل ہوں گے، جن میں اشیاء کے لیے مارکیٹ تک رسائی، رولز آف اوریجن، کسٹمز کے طریقہ کار، تجارتی سہولت کاری، حفظان صحت اور نباتاتی معیارات، تجارتی تحفظ کے اقدامات، اور تنازعات کے حل جیسے معاملات شامل ہیں۔ بھارتی حکومت کے بیان کے مطابق، وزیر تجارت و صنعت پیوش گوئل نے مذاکرات کی شرائط کار پر دستخط کے موقع پر کہا کہ بھارت، سدرن افریکن کسٹمز یونین تک میں سستی ادویات کی فراہمی اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے شعبے میں نئی صلاحیتوں کی ترقی میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

سوک لال نے بتایا کہ جنوبی افریقہ کے صدر سیرل رامافوسا نے وزیر اعظم نریندر مودی کو اگلے سال اپنے ملک کے دورے کی دعوت دی ہے، جو دونوں ممالک کے درمیان گہرے ہوتے اسٹریٹجک اور کاروباری تعلقات کی نشاندہی کرتا ہے۔ سوک لال نے کہا، ہمارے صدر نے وزیر اعظم کو اگلے سال جنوبی افریقہ کے دورے کی دعوت دی ہے جو کہ 70ویں سالگرہ کی تقریبات کا حصہ ہوگی، اور وزیر اعظم نے اسے قبول کر لیا ہے۔ وہ (مودی) اپنے ساتھ ایک بڑا کاروباری وفد لے جانے پر بھی رضامند ہوئے ہیں۔'' وزیر اعظم کا یہ دورہ سدرن افریکن کسٹمز یونین کے ساتھ جاری تجارتی مذاکرات کو ایک نئی تحریک دے گا۔ وزارت تجارت کے اعداد و شمار کے مطابق، مالی سال 26 میں بھارت اور جنوبی افریقہ کے درمیان تجارتی سرگرمیاں کمزور پڑ گئیں، اس دوران دونوں ممالک کے مابین دوطرفہ تجارت 55.13 فیصد کی کے ساتھ 18 ارب ڈالر سے کم ہو کر 56.15 ارب ڈالر پر آ گئی۔

ہندوستان اور جنوبی کوریا کی مشترکہ بحری مشقیں کامیابی سے مکمل

آئی این ایس سہیادری نے بحری صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا

نئی دہلی، 5 نومبر۔ ایم این این۔ ہندوستان اور جنوبی کوریا کی بحری افواج کے درمیان مشترکہ فوجی مشقیں کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوگئیں۔ جنوبی کوریا کے ساحلی شہر بوسان میں منعقدہ ان مشقوں میں ہندوستانی بحریہ کے جدید جنگی جہاز آئی این ایس سہیادری نے اپنی آپریشنل صلاحیتوں اور جدید بحری ٹیکنالوجی کا مظاہرہ کیا۔ 29 اکتوبر کو مکمل ہونے والی ان مشقوں کا بنیادی مقصد دونوں ممالک کی بحری افواج کے درمیان تعاون کو مضبوط بنانا، مشترکہ کارروائیوں کی صلاحیت میں اضافہ کرنا اور بحر ہند و بحرالکاہل کے خطے میں بحری سلامتی کو فروغ دینا تھا۔ مشقوں کے ابتدائی مرحلے میں دونوں ممالک کے بحری افسران اور اہلکاروں نے پیشہ ورانہ مذاکرات، جنگی جہازوں کے بابھی دوروں، آپریشنل پر مبنی اور تکنیکی معلومات کے تبادلے میں حصہ لیا۔ اس دوران ثقافتی اور کھیلوں کی سرگرمیوں کا بھی اہتمام کیا گیا تاکہ دونوں بحری افواج کے درمیان باہمی روابط مزید مستحکم ہوسکیں۔ مشقوں کے سمندری مرحلے میں ہیوہ ستائی جنگی جہاز آئی این ایس سہیادری اور جنوبی کوریا کے جنگی جہاز آرہ نے ایس مصودی گریٹ نے مشترکہ بحری کارروائیوں میں حصہ لیا۔ دونوں جنگی جہازوں نے مربوط نیویگیشن، ٹیلی کاپٹر آپریشنز اور مختلف بحری جنگی مشقوں کے ذریعے اپنی عملی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ ان سرگرمیوں سے دونوں ممالک کی بحری افواج کو ایک دوسرے کے آپریشنل طریقہ کار کو سمجھنے اور مشترکہ کارروائیوں میں بہتر ہم آہنگی پیدا کرنے کا موقع ملا۔ آئی این ایس سہیادری ہندوستان میں تیار کردہ جدید اسٹیلتھ جنگی جہاز ہے جو گائیڈڈ میزائل نظام اور جدید دفاعی ٹیکنالوجی سے لیس ہے۔ اس کی بین الاقوامی بحری مشقوں میں شرکت ہندوستان کی بڑھتی ہوئی دفاعی صلاحیتوں اور مقامی جنگی جہاز سازی کی ترقی کو بھی اجاگر کرتی ہے۔ ان مشقوں کی کامیاب تکمیل ہندوستان اور جنوبی کوریا کے درمیان بڑھتے ہوئے دفاعی اور اسٹریٹجک تعلقات کی عکاسی کرتی ہے۔ بحر الکاہل کے خطے میں امن، استحکام اور مشترکہ سمندری راستوں کو یقینی بنانے کے لیے تعاون کو مزید وسعت دینے کے خواہاں ہیں۔ دفاعی ماہرین کے مطابق اس نوعیت کی مشترکہ بحری مشقیں نہ صرف فوجی تعاون کو مضبوط بناتی ہیں بلکہ خطے میں ہندوستان کے بڑھتے ہوئے بحری کردار اور اس کی بین الاقوامی دفاعی شراکت داریوں کی اہمیت کو بھی ظاہر کرتی ہیں۔

دولت مشترکہ کے ممالک مضبوط تجارتی تعلقات کے لیے رسک کو کم کریں، سپلائی چین کو متنوع بنائیں: وزیر خارجہ

نئی دہلی۔ 5 نومبر۔ ایم این این۔ وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے بدھ کے روز دولت مشترکہ ممالک سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی سپلائی چینز کو خطرے سے پاک اور متنوع بنائیں۔ اور کن ممالک کے درمیان مختصر، قابل اعتماد سپلائی نیٹ ورکس اور مضبوط مقامی تقسیم کی ضرورت پر زور دیا۔ بے شک دولت مشترکہ کے سربراہان کی میٹنگ (سی ایچ او جی ایم) میں شرکت کے لیے منگل کو سینٹ جیمس، اوسٹمکو اور بارجوڈا پہنچے۔ ''دولت مشترکہ کے شراکت داروں کو بھی خطرے کو کم کرنے اور متنوع ہونے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے مختصر اور قابل اعتماد سپلائی چینز کی ضرورت ہے۔ بے شک نے کہا کہ دولت مشترکہ کے شراکت داروں کو مقامی تقسیم کو بڑھانے کے لیے مزید کوششیں کرنے کی ضرورت ہے، انہوں نے مزید کہا کہ مزید کنیکٹیویٹی کو ریڈ کارپٹ کے لیے اچھے ہیں۔ تجارت اور صلاحیت سازی کو فروغ دیں کیونکہ یہ شراکت داروں کے لیے مزید اختیارات فراہم کرتا ہے۔ وزیر خارجہ نے کہا کہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہندوستانی کاروباری برادری دولت مشترکہ کا اثاثہ ہے۔ گلوکورنس کے لیے ڈیجیٹل پبلک انفراسٹرکچر کی اہمیت کے بارے میں بات کرتے ہوئے، بے شنکر نے کہا، ڈیجیٹل ایک گیم چینجر ہے کیونکہ یہ کارکردگی، اچھی نگرانی اور ترقی کو فروغ دیتا ہے۔'' بے شنکر نے کہا کہ ہمیں ان الاقوامی سولر الائنس اور کولیشن فار ڈیزاسٹر ریسیلینٹ انفراسٹرکچر کو موسمیاتی کارروائی کے لیے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

بھارت۔گوئٹے مالا نے تعاون کو مضبوط بنانے، اقتصادی تعلقات کو فروغ دینے پر تبادلہ خیال کیا

گوئٹے مالا سٹی، 5 نومبر۔ ایم این این۔ ہندوستان اور گوئٹے مالا نے دوطرفہ تعاون کو مزید مضبوط بنانے اور اقتصادی اور تجارتی تعلقات کو فروغ دینے کے مواقع پر تبادلہ خیال کیا ہے۔ یہ بات چیت گوئٹے مالا میں ہندوستان کے سفیر راج کمار رنگھا اور گوئٹے مالا کی کانگریس وومن (ویمن) بینچا کے درمیان ملاقات کے دوران ہوئی۔ بات چیت میں کلیدی شعبوں جیسے کہ ٹیکسٹائل، تعمیراتی مواد، ویسٹ مینجمنٹ، آٹو موبائل اور ای وی سیکٹر میں تعاون (جو کہ انعقاد کے منصوبے بھی شامل تھے۔ ایکس پر ایک پوسٹ میں، گوئٹے مالا میں ہندوستانی سفارت خانے نے کہا، گوئٹے مالا میں ہندوستان کے سفیر آئی ای راج کمار رنگھا نے کانگریس کی خاتون ایوانا بینچا سے ملاقات کی تاکہ دوطرفہ تعاون کو مزید مضبوط کرنے اور ہندوستان اور گوئٹے مالا کے درمیان اقتصادی اور تجارتی تعلقات کو فروغ دینے کے مواقع پر تبادلہ خیال کیا جاسکے۔ بات چیت میں اہم شعبوں جیسے کہ ٹیکسٹائل، تعمیراتی مواد، ویسٹ مینجمنٹ، روہ پیپر گاڑیاں، اور ای وی سیکٹر میں تجربہ رکھنے والے میگنٹوز کے انعقاد کے منصوبے شامل تھے۔ ان اقدامات کا مقصد دونوں ممالک کے کاروباروں کو جوڑنا، تجارت اور سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی، نئی تجارتی شراکتیں تلاش کرنا، اور تعاون کے مختلف مواقع کو بڑھانا ہے۔ گزشتہ ماہ، راج کمار رنگھا نے گوئٹے مالا کے سفیر برائے ہندوستان عمر لیسانڈرو کاستانیڈا اسولاریس سے ملاقات کی، جس میں باہمی اہمیت کے امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ گوئٹے مالا میں ہندوستان کے سفیر آئی ای شری نے کمار رنگھا نے گوئٹے مالا کے سفیر آئی ای عمر لیسانڈرو کاستانیڈا اسولاریس سے ملاقات کی۔

سابق نیوی چیف نے 'اگنی ویر' کی مدت ملازمت میں توسیع کو دیوالی کا ایک اہم تحفہ قرار دیا

نئی دہلی، 5 نومبر۔ ایم این این۔ سابق چیف آف نیول اسٹاف ونیش کے ترپاٹھی نے 75 فیصد 'اگنی ویروں' کی مدت ملازمت میں مزید توسیع کو 'دیوالی کا تحفہ' قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اقدام اسٹارٹ اپس اور مسلح افواج، دونوں کے لیے 'دونوں فریقوں کی جیت' کی صورتحال پیدا کرتا ہے۔ 'انڈیا ٹوڈے سیفٹی ریجنل ڈائیلاگ' کے چھٹے ایڈیشن کے موقع پر میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے، انہوں نے اہم پیش رفتوں پر اپنے خیالات کا اظہار کیا، جن میں اگنی ویر اسکیم، علاقائی بحری تعاون، اور انڈین نیوی کی جانب سے ایرانی عملے کے 20 ارکان کو حال ہی میں بچائے جانے کا واقعہ شامل ہے۔ حکومت کے اس میعاد فیصلے کے بارے میں پوچھے گئے سوالات پر کہ اگنی ویروں کی مدت ملازمت میں توسیع کی جارہی ہے، انہوں نے اس اقدام کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ اس سے اہلکاروں اور مسلح افواج دونوں کو فائدہ پہنچے گا۔ انہوں نے بتایا، میں نے خود یہ فیصلہ نہیں پڑھا کیونکہ میں یہاں کانفرنس میں مصروف تھا، لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ اس مہینے کے آخر میں مختلف سروسز (فوجی شاخوں) سے ریٹائر ہونے والے 75 فیصد اگنی ویروں، جن میں نیوی کے اہلکار سب سے پہلے شامل ہیں، کی مدت ملازمت میں دو سال کی توسیع کر دی گئی ہے۔ انہوں نے مزید کہا، یہ ایک بہت اچھی پیش رفت ہے۔ میں اسے ان 75 فیصد اگنی ویروں کے لیے 'دیوالی کا تحفہ' کہوں گا۔ یہ ان کے اہل خانہ، دوستوں اور فوج، سب کے لیے خوش آئند ہے۔ فوج کے لیے بھی یہ فائدہ مند ہے کہ اسے مزید دو سال تک تربیت یافتہ افرادی قوت دستیاب رہے گی۔ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے؟ یہ سب کے لیے ایک بہترین اور 'دونوں فریقوں کی جیت' والی صورتحال ہے۔

امریکی وسط مدتی انتخابات میں ڈیموکریٹس کی کامیابی، بھارت امریکہ تعلقات میں بہتری کی امید

نئی دہلی، 5 نومبر۔ ایم این این۔ امریکہ کے وسط مدتی انتخابات میں ڈیموکریٹک پارٹی کی نمایاں کامیابی کے بعد بھارت اور امریکہ کے تعلقات میں بہتری کی نئی امیدیں پیدا ہوئی ہیں۔ سیاسی اور تجارتی ماہرین کے مطابق انتخابی نتائج صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی تجارتی، خارجہ اور امیگریشن پالیسیوں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ ڈیموکریٹس نے امریکی کانگریس کے دونوں ایوانوں میں اکثریت حاصل کر لی ہے، جس سے صدر ٹرمپ کے بعض فیصلوں پر پارلیمانی نگرانی اور سیاسی دباؤ بڑھنے کا امکان ہے۔ گزشتہ دو برسوں کے دوران بھارت اور امریکہ کے تعلقات میں تجارتی تحصولات، روس سے تیل کی خریداری، ایچ ون بی ویزا پابندیوں اور علاقائی خارجہ پالیسی کے معاملات پر اختلافات سامنے آئے ہیں۔ بھارتی مصنوعات پر امریکی محصولات ایک مرحلے پر 50 فیصد تک پہنچ گئے تھے، جنہیں بعد میں 18 فیصد تک کم کیا گیا۔ تاہم تجارتی معاہدے سے متعلق کئی معاملات اب بھی زیر بحث ہیں۔ سابق بھارتی سفارت کار انیل ترگنایت کے مطابق بھارت کو روایتی طور پر امریکہ کی دونوں بڑی سیاسی جماعتوں کی حمایت حاصل رہی ہے۔ ڈیموکریٹس کی کامیابی سے صدر ٹرمپ کے یکطرفہ فیصلوں پر نگرانی بڑھ سکتی ہے اور بھارت کے ساتھ اسٹریٹجک تعاون پر وسیع اتفاق رائے کو تقویت مل سکتی ہے۔ ایچ ون بی ویزا رکھنے والے بھارتی پیشہ ور افراد کے لیے بھی نئی امیدیں پیدا ہوئی ہیں۔ ٹرمپ انتظامیہ کی سخت امیگریشن پالیسیوں نے امریکی ٹیکنالوجی کمپنیوں میں کام کرنے والے ہزاروں بھارتی شہریوں کے لیے غیر یقینی صورتحال پیدا کی ہے۔ تاہم ماہرین کے مطابق انتخابی نتائج سے ویزا پالیسیاں فوری طور پر نرم ہونے کا امکان نہیں۔ دوسری جانب تجارتی ماہرین کا کہنا ہے کہ ڈیموکریٹس کی کامیابی کے باوجود امریکی تحفظ پسند تجارتی پالیسیوں میں بڑی تبدیلی ضروری نہیں، کیونکہ دونوں جماعتیں بھی صنعتوں اور روزگار کے تحفظ کو اہمیت دیتی ہیں۔ انتخابات میں کئی بھارتی نژاد امریکی امیدواروں نے بھی کامیابی حاصل کی۔ سباش سبرامنیم، رو کھنہ اور پرمیلا جے پال دوبارہ ایوان نمائندگان کے لیے منتخب ہوئے، جبکہ اروند کلیانی نیٹ کی لیفٹیننٹ گورنر کی حیثیت سے کامیاب رہیں۔ بھارت کی ایوزیشن جماعت کانگریس نے امریکی انتخابی نتائج کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں جمہوری اداروں کے انتساب کی اہم مثال قرار دیا ہے۔ ماہرین کے مطابق آنے والے مہینوں میں امریکی کانگریس اور وائٹ ہاؤس کے درمیان طاقت کا نیا توازن بھارت کے ساتھ تجارتی مذاکرات، امیگریشن قوانین اور دفاعی تعاون کی سمت متعین کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

وزیر خارجہ جے شنکر نے گیانا کے صدر کے ساتھ تعلقات کا جائزہ لیا

جارج ٹاؤن، 5 نومبر۔ ایم این این۔ وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے جمعرات کو گیانا کے صدر عرفان علی سے ملاقات کی اور دونوں ممالک کے درمیان دوطرفہ تعاون کا جائزہ لیا، جس میں ڈیجیٹل پبلک انفراسٹرکچر اور گیانا میں یو پی آئی جیسے نظام کے کام کاج شامل ہے۔ ایکس پوسٹ میں، بے شنکر نے سڑکوں، صحت اور دفاعی منصوبوں کے لیے 500 ملین ڈالر کی لائن آف کریڈٹ کی توسیع کا اعلان کیا۔ انہوں نے لکھا، ''آج صدر عرفان علی سے مل کر خوشی ہوئی۔ سڑکوں، صحت اور دفاعی منصوبوں کے لیے 500 ملین ڈالر کی لائن آف کریڈٹ کی توسیع کا اعلان کیا۔'' انہوں نے مزید کہا کہ دونوں رہنماؤں نے ڈیجیٹل پبلک انفراسٹرکچر پر ایم او یو، ثقافت کے معاہدوں پر دستخط کے، خوردنی اثرات کے منصوبوں کے نفاذ کے لیے امداد فراہم کرنے، اور گیانا میں ڈیجیٹل پبلک انفراسٹرکچر اور UPI جیسے نظام کے کام کرنے میں تعاون پر غور کیا۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے نومبر 2024 میں گیانا کا دورہ کیا، جس کے دوران دونوں ممالک نے ڈیجیٹل پبلک انفراسٹرکچر کے لیے تعلقات کو فروغ دیا اور کسانوں، خاص طور پر چھوٹے مالکان کے لیے ایک معاون ماحولیاتی نظام تشکیل دیا۔

بھارت کے خدمات کے شعبے میں چار ماہ کی تیز ترین ترقی

نئی دہلی، 5 نومبر۔ ایم این این۔ ہندوستان کے خدمات کے شعبے میں اکتوبر کے دوران گزشتہ چار ماہ کی سب سے تیز ترقی ریکارڈ کی گئی ہے۔ ملک میں گھریلو طلب میں بہتری اور نئے کاروباری آرڈرز میں اضافے نے اقتصادی سرگرمیوں کو تیز رفتاری دی ہے، جبکہ مہنگائی کے دباؤ میں بھی نمایاں کمی سامنے آئی ہے۔ تازہ معاشی اعداد و شمار کے مطابق ہندوستان کا سروسز پر پیچنگ منیجرز انڈیکس (PMI) اکتوبر کے 2.55 سے بڑھ کر اکتوبر میں 8.55 تک پہنچ گیا۔ یہ جون کے بعد بلند ترین سطح ہے۔ اس انڈیکس میں 50 سے اوپر کی سطح کاروباری سرگرمیوں میں توسیع کی نشاندہی کرتی ہے۔ اکتوبر کے دوران نئے کاروباری آرڈرز میں بھی چار ماہ کی سب سے تیز رفتار سے اضافہ ہوا۔ اس کی بنیادی وجہ ملک کے اندر سازگار فیکن کی مضبوط طلب اور نئی کاروباری سرگرمیوں میں اضافہ بتایا گیا ہے۔ سالیاتی خدمات، انشورنس اور دیگر خدمات سے وابستہ شعبوں میں کاروباری سرگرمیوں میں بہتری دیکھی گئی۔ سالیاتی اور انشورنس شعبوں نے ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا، جبکہ رئیل اسٹیٹ اور کاروباری خدمات میں نسبتاً کم رفتار سے اضافہ ہوا۔ ایک اہم مثبت پیش رفت مہنگائی کے دباؤ میں کمی کی صورت میں سامنے آئی ہے۔ خدمات فراہم کرنے والی کمپنیوں کے اخراجات میں اضافے کی رفتار گزشتہ چھ برسوں کی کم ترین سطح پر پہنچ گئی۔ اس سے کاروباری اداروں کو کچھ راحت ملی، اگرچہ بجلی، مزدوری، خام مال اور نقل و حمل کے اخراجات میں اضافہ جاری رہا۔ صارفین سے وصول کی جانے والی قیمتوں میں اضافے کی رفتار بھی گزشتہ چار ماہ کی کم ترین سطح پر رہی، جو مہنگائی کے دباؤ میں نرمی کی نشاندہی کرتی ہے۔ تاہم بین الاقوامی منڈیوں سے ملنے والے نئے آرڈرز کی رفتار کمزور رہی۔ خدمات کی برآمدات کے نئے آرڈرز میں اضافے کی رفتار گزشتہ 45 ماہ کی کم ترین سطح پر پہنچ گئی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیرونی طلب کے مقابلے میں ہندوستان کی گھریلو منڈی زیادہ مضبوط کارکردگی دکھا رہی ہے۔ روزگار کے محاذ پر بھی کچھ سست روی دیکھی گئی۔ خدمات کے شعبے میں نئی بھرتیوں کی رفتار گزشتہ دس ماہ کی کم ترین سطح کے برابر رہی۔ کاروباری اداروں کے مستقبل کے حوالے سے اعتماد میں بھی تبصرے کے مقابلے میں معمولی کمی آئی۔ دوسری جانب مینوفیکچرنگ اور خدمات دونوں شعبوں کی مجموعی کارکردگی ظاہر کرنے والا کمپوزٹ پی ایم آئی تبصرے کے 9.55 سے بڑھ کر اکتوبر میں 2.56 تک پہنچ گیا، جو چار ماہ کی بلند ترین سطح ہے۔ معاشی اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمی طلب میں کمزوری کے باوجود ہندوستان کی مضبوط گھریلو منڈی خدمات کے شعبے کی ترقی کو سہارا دے رہی ہے۔ تاہم روزگار میں سست روی اور برآمدی آرڈرز میں کمزور اضافے کے باعث آنے والے مہینوں میں اقتصادی سرگرمیوں کی رفتار پر نظر رکھنا اہم ہوگا۔

تیزی سے ترقی کرتا ہندوستان جاپان کے لیے اگلا شمالی امریکہ بن سکتا ہے

ٹوکیو، 5 نومبر۔ ایم این این۔ جاپان کی معروف تجارتی اور سرمایہ کاری کمپنی مارو بینی کے صدر اور چیف ایگزیکٹو آفیسر ماسایوکی اوموٹو نے ہندوستان کی تیزی سے ترقی کرتی معیشت پر بھرپور اعتماد ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہندوستان مستقبل میں مجموعی کے لیے شمالی امریکہ جیسی اہم اور بڑی کاروباری منڈی بن سکتا ہے۔ اوموٹو کے مطابق ہندوستان میں بڑھتی ہوئی صارفین کی طلب، صنعتی ترقی اور سرمایہ کاری کے وسیع مواقع جاپانی کمپنیوں کے لیے نئی اقتصادی راہیں کھول رہے ہیں۔ انہوں نے ہندوستان میں مارو بینی کے کاروبار کو موجودہ سطح سے دس گنا تک وسعت دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ مارو بینی کے سربراہ کا کہنا ہے کہ ہندوستان کی بڑی آبادی، نوجوان افرادی قوت، متوسط طبقے کی بڑھتی ہوئی قوت خرید اور صنعتی شعبے کی ترقی اسے عالمی سرمایہ کاری کے لیے ایک اہم مرکز بنا رہی ہے۔ کمپنی ہندوستان میں صارفین سے متعلق کاروبار، صنعتی سرگرمیوں اور بنیادی ڈھانچے کے شعبوں میں اپنی موجودگی بڑھانے کی خواہاں ہے۔ اس حکمت عملی کا مقصد ملک کی طویل مدتی معاشی ترقی سے فائدہ اٹھانا اور نئی کاروباری شراکت داریاں قائم کرنا ہے۔ مارو بینی نے مارچ 2026 میں ہندوستان میں صارفین سے متعلق کاروباروں میں سرمایہ کاری کے لیے ایک خصوصی پلیٹ فارم بھی قائم کیا تھا۔ اس کے ذریعے خوراک، مشروبات، ریستورانوں، ملبوسات اور دیگر صارفین کی مصنوعات کے شعبوں میں سرمایہ کاری کو فروغ دینے کا منصوبہ بنایا گیا۔ کمپنی کے مطابق ہندوستان کی آبادی 140 کروڑ سے زیادہ ہے، جس کا تقریباً 26 فیصد حصہ 10 سے 24 سال کی عمر کے نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ بڑھتی ہوئی آمدنی، ڈیجیٹل ادائیگیوں کے پھیلاؤ اور آن لائن تجارت میں اضافے نے ہندوستانی صارفین کی منڈی کو مزید پُرکشش بنا دیا ہے۔ مارو بینی کی حکمت عملی میں ہندوستان کی اہمیت میں اضافہ ایسے وقت ہو رہا ہے جب جاپانی کمپنیاں اپنی عالمی سرمایہ کاری کو متنوع بنانے اور ایشیا کی تیزی سے ترقی کرتی معیشتوں میں نئے مواقع تلاش کرنے پر توجہ دے رہی ہیں۔ اقتصادی ماہرین کے مطابق جاپانی کمپنیوں کی ہندوستان میں بڑھتی ہوئی دلچسپی دونوں ممالک کے درمیان تجارتی، صنعتی اور اسٹریٹجک تعلقات کو مزید مستحکم کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ ہندوستان کو شمالی امریکہ کے برابر ایک اہم کاروباری مرکز بنانے کا تصور اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ بڑی بین الاقوامی کمپنیاں اب ہندوستان کو محض ایک ابھرتی ہوئی منڈی نہیں بلکہ مستقبل کی عالمی اقتصادی ترقی کے اہم مراکز میں سے ایک کے طور پر دیکھ رہی ہیں۔

ایف ٹی اے، کاروباری فورم 2030 تک ہند۔ پولینڈ تجارت کو تین گنا کر سکتے ہیں: پولش اپٹی

نئی دہلی، 5 نومبر۔ ایم این این۔ ہندوستان اور پولینڈ کے مجوزہ ہندوستان-یورپی یونین آزاد تجارتی معاہدے اور بڑھتی ہوئی کاروباری مصروفیت کی وجہ سے 2030 تک اپنی باہمی تجارت کو نہ صرف دوگنا بلکہ تین گنا بھی کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں پولینڈ کے سفیر پیوٹر اتونی سوالنسکی نے تبصرے کو کہا کہ اگر ہم معاہدے کے ذریعے پیدا ہونے والے مواقع کا بھرپور استعمال کریں اور دونوں تجارتی فورمز کے درمیان ہونے والی بات چیت کو ٹھوس منصوبوں میں تبدیل کریں، تو ہم اپنی باہمی تجارت کو نہ صرف دوگنا بلکہ تین گنا بھی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تجارت کی موجودہ سطح دونوں معیشتوں کی حقیقی صلاحیت کی عکاسی نہیں کرتی۔ پولینڈ کے وزیر اعظم کے حالیہ دورہ ہندوستان کے اقتصادی نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے، سوالنسکی نے کہا کہ نئی دہلی اور بنگلورو میں دو کاروباری فورم منعقد ہوئے، جو دوطرفہ تعلقات میں اب تک کا سب سے بڑا فورم ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس دورے میں 100 سے زائد پولش کمپنیوں نے شرکت کی، جبکہ تقریباً 200 ہندوستانی کمپنیاں بات چیت میں شامل ہوئیں۔